رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۰ء | فہرست مضامین | مطابق جمادی الاول ۱۳۲۸ھ

فہرست مضامین

باہتمام حافظ عبدالرحیم ۳۱ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

اصل ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصے سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح حکیم مولوی نور الدین صاحب مدظلہ کے مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا گیا ہے اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے دیکھکر اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی۔ اس میں ڈالا گیا ہے۔ حضرت ممدوح نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ چار لاکھ افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طب کا امام کہلانے کا جائز حقدار ہے اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑبال سبل اور سرخی اور ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ اول فی تولہ ۸؍ قسم دوم ۴؍ قسم سوم ۲؍ اصلی ممیرا قسم اول فی تولہ [illegible] قسم دوم [illegible] ہے

ست سلاجیت

مقوی جمیع اعضا نافع صرع مشتہی طعام قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر و جذام و استسقا و زردی رنگ و تنگی النفس و دق و تشنج خفیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و پودستہ درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کیوقت دودھ کیساتھ استعمال کریں قیمت فی تولہ ۸؍

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی بادامی سیاہ سفید ماشی ریشمی اور سوتی لنگری صافے سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں چار سے [illegible] تک

المشتہر

احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹوریل نوٹس

ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کی وفات

ہز میجسٹی ملک معظم شاہ ایڈورڈ ہفتم ۶- مئی سنہ ۱۹۱۰ کے بعد کی رات کو پونے بارہ بجے فوت ہوگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط آپ کی وفات کے وقت ملکہ شاہزادہ شاہزادی ویلس دیگر شاہزادگان ڈیوک آف فایئف شاہزادی وکٹوریہ اور شاہزادی لوئیس موجود تھے۔

بیماری کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ پہلے ہز میجسٹی کو زکام کھانسی تھی اور وہ یہاں تک بڑھی۔ کہ ڈاکٹروں کے معائنہ سے معلوم ہوا۔ کہ سانس جانے کی ان نالیوں میں جو کھانسی سے اچھی حالت میں نہ تھیں۔ کھانسی کا بہت زیادہ اثر ہوگیا ہے۔ جملہ اخبارات لکھ رہے ہیں کہ پولیٹیکل معاملات کی حالت نازک ہونے کے ماتحت بادشاہ کی وفات بدنصیبی کی علامت ہے۔ آپ سنہ ۱۸۴۱ء میں تولد ہوئے۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنی والدہ وکٹوریہ آنجہانی کے انتقال پر تخت

انگلستان پر متمکن ہوئے اور ۶۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو قریباً ۹ سال کی حکومت اور ۶۹ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

قیصر ایڈورڈ ہفتم دنیا کی چوٹی کے مدبرین اور خوش اقبال سلاطین میں سے تھے۔ آپ نے جب تخت انگلستان پر قدم رکھا تو انگلستان جنوبی افریقہ میں بوئروں سے برسر پرخاش تھا۔ مگر آپنے جلدی ہی اپنی طبعی تدبر سے بوئروں کو صلح سے مسخر کیا۔ پھر آپ نے جاپان فرانس اور روس سے یکے بعد دیگرے اتحاد اور دوستی کے عہدو پیمان کئے۔ کہ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اگر انگلستان کو کسی جنگ کی ضرورت پڑے تو اس کیساتھ اس کے کئی دوست نکلنے کے لیئے تیار ہونگے۔

بہرحال یہ خبر بہت ہی افسوسناک ہے اور ہز میجسٹی کی وفادار رعایا میں سے ہر فرد بشر اس خبر کو بہت رنج سے سنیگا۔

کیا مذہب کی ضرورت نہیں ہمعصر کشمیری میگزین نے انڈین میگزین سے ایک مضمون نقل کیا ہے جس کا ابتدا یہ ہے "یونیورسٹی کا طالب علم یورپین مصنفوں اور مغربی فلاسفروں کی کتابیں پڑھتا ہے۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ انسانی نسل جب زمانہ طفلی میں تھی اس نے مذہب ایجاد کیا اور موجودہ مذہب اس زمانہ طفلی کی یادگار ہے" دوسرا کہتا ہے "اسکی ابتدا بزرگ پرستی سے ہوئی ہے" تیسرا بتاتا ہو مذہبی جیو انکا ڈھکوسلہ ہے" چوتھا بیان کرتا ہے "مذہب ایک قسم کا خبط ہے جس میں بیہودگی شامل ہے یونیورسٹی کے اس طالبعلم کو پھر بتایا جاتا ہے کہ مذہب کو سمجھدار لوگ حقیر جانتے ہیں ایک یورپین مصنف مسمی ایم رینن ایک قدم اور آگے نکلجاتا ہے اور وہ یقین دلاتا ہے کہ مذہبی اعتقادات رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گے اور بہت قریب زمانہ میں ابتدائی تربیت اور مذہبی مسائل کو عملی تعلیم

مٹادیگی۔ مسٹر کاٹن ہارلین خوشی میں لکھتا ہے مذہب کی آیندہ ہستی محض ایک خوش اعتقادانہ امید ہے ورنہ عقل تو اس کے معدوم ہوجانیکا فتوٰے دے رہی ہے" پس اگر یہ نام نہاد علمی تعلیم انسان کو خدا کے اعتقاد سے منحرف کردے۔ تو اس میں کیا تعجب ہے"

اس کے بعد راقم مضمون نے مذہب کی ضرورت ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب یسوعی مذہب کی مہربانیاں ہیں۔ کیونکہ یسوعین جو آجکل بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے۔ سمجھ چکی ہے کہ یہ مذہب انسانی عقل کے برخلاف ہے اور اسی پہ انہوں نے تمام مذاہب کو قیاس کیا ہے۔ اس لئے اکثر یسوعین اسیطرف جارہے ہین کہ مذہب کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ باپ بیٹا۔ روح القدس تین خدا۔ پھر تین نہ کہو بلکہ ایک خدا والا مسئلہ بالکل عقل کے برخلاف ہے یہ مسلمہ امر ہے کہ ۱ + ۱ + ۱ برابر ہوتے ہین تین کے پھر یہ تین چیزیں ملکر ایک کس طرح ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح کفارہ کا مسئلہ ہے کیونکہ ہر ایک جانتا ہے جو چوری کریگا وہی سزا پائیگا۔ ایک کی جگہ دوسرا کس طرح سزا پا سکتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ یہ دونوں مسئلے یسوعی مذہب کی جڑھ ہیں بلکہ اگر دیکھا جاوے تو یسوعی مذہب میں سوا ان دونوں کے بعد شریعت پر عمل کرنیکے کچھ نہیں رہجاتا۔ سو شریعت بھی بموجب اعتقاد یسوعین قابل عمل نہیں لہذا یہ دو مسئلہ یسوعی مذہب کا خلاصہ ہیں اور یہ ہر دو عقل کے برخلاف ہین ہاں اگر یہ لوگ مذہب اسلام کے متعلق تدبر کرتے تو کبھی ایسا نہ کرتے وہ دیکھ لیتے کہ جو قرآن کریم وعدہ دیتا ہے وہ اسی دنیا میں پورا کرکے دکھاتا ہے دوسرے مذاہب کی طرح صرف وعدہ ہی نہیں کرتا کہ آیندہ ایسا ہوگا ایسا ہوگا اور انکو یہ بھی سمجھ آجاتی کہ نمازوں اور دعاؤں مین کیسا مزہ ہوتا ہے اور پھر اثبات

کا بھی ملاحظہ کر لیتے کہ اسلام ہر وقت ایسا نمونہ پیش کر سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق ہوتا ہے گویا کہ اسلام ہر وقت کوئی نہ کوئی نمونہ سامنے رکھتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتے کہ یہ مذہب خدا کی طرف سے ہے اور جیسا کہ ابتدا میں اسلام اعلیٰ قسم کے آدمی پیدا کر سکتا تھا۔ اب بھی کر سکتا ہے۔

افریقہ میں اشاعتِ اسلام

یہ خبر اخباری دنیا میں گشت کر رہی ہے۔ کہ افریقہ میں اسلام بلا کسی باقاعدہ تحریک کے حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے ڈاکٹر کول کوم جنہوں نے صرف اشاعت اسلام کا حال معلوم کرنے کے لئے سفر کیا ہے لکھتے ہیں "وہ وقت نزدیک ہے جب کہ سوائے صرف جنوبی افریقہ برٹش و مشرقی افریقہ کے بعض حصص یوگنڈا اور حبش کے جو نام کے لیئے عیسائی رہجائیں گے باقی سارا افریقہ مسلمان ہو جائیگا۔ مسلمان تاجر اور مذہبی سفیر وہاں آتے جاتے ہیں اور اگرچہ اشاعت اسلام کے لیئے انکے پاس کوئی باقاعدہ انجمن نہیں ہے لیکن وہ اپنا اثر و رسوخ مغربی افریقہ مشرقی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں پھیلا رہے ہیں اور کالی اقوام کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ اگر وسطی سوڈان کی کالی اقوام جنپر گوری اقوام کا بڑا اقتدار ہے عیسائی بنالیجاتیں تو ہلال (اسلام) کے خلاف ایک بڑی دیوار کھڑی ہو جاتی" پادری صاحب کتنا ہی زور لگائیں اور کتنی ہی تجویزیں کریں جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ

مبارک

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے گھر میں بتاریخ ۱۳ مئی بروز جمعہ بوقت ۶ بجے صبح لڑکا پیدا ہوا ہے لڑکے کا نام حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ناصر الدین رکھا ہے اللہ تعالیٰ اسکو نیک متقی اور دین کا خادم بنائے۔ آمین۔ (اسسٹنٹ اڈیٹر)

یادِ حبیب

حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی مولوی نور محمد صاحب۔ والسلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ۔ امابعد نامہ گرامی آن مخدوم پہنچا۔ یہ عاجز بموجب کم فرصتی و مشغولی ملاقات بعض احباب و نیز بوجہ ضعف طبیعت ابتک جواب لکھنے سے تقصر رہا۔ اب بھی اسقدر طاقت و فرصت نہیں کہ مفصّل لکھوں صرف مجمل طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ عاجز اپنی حالت کی رُو سے فی الواقعہ نہایت آلودہ دامن اور ناچیز اور ہیچ ہے اور جس قدر بدظنّی کیجاوے تھوڑی ہے۔ من آنم کہ من دانم۔ لیکن اگر رنج ہے تو اس قدر ہے کہ جس بنا پر آپ اور آپ کے ان بزرگوں نے جن کے رویا اور کشف آپ کے زعم خام میں قطعی اور یقینی ہیں جن میں وحی انبیاء کی طرح ایک ذرہ خطا اور غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس احقر عباد پر کذب اور افترا کا الزام لگایا ہے اور آپ نے اپنے گمان میں بہت کچھ فساد اور شرک اور کفر کی حالت کو بہ نسبت ایں احقر تسلیم کر لیا ہے ایسا یقین مسلمانوں کی حالت سے بعید ہے اللھم اصلح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب آپکو اور آپ کے بزرگوار کو بڑی وحشت میں اسی خواب نے ڈالا ہے کہ جو بقول آپ کے اس بزرگ نے دیکھی ہے جس [illegible] ان کے تنخیلہ پر ایسا ظاہر ہوا کہ گویا یہ عاجز ایک جھوٹے پر سوار ہے [illegible] اور جھوٹے کی دم کی طرف [illegible] ہے اور پھر اس بزرگ نے یہ دیکھا کہ یہ عاجز

[illegible]

ایک ریچھ کی کھال پر بیٹھا ہُوا ہے اور اسپر قرآن شریف رکھا ہُوا ہے اور پھر ایک دوسرے بزرگ نے بقول آپ کے اس عاجز کی بینائی میں فرق دیکھا۔ ان دونوں خوابوں کی صورت پر نظر کرکے بسبرت حسن ظن اسلامی کو آپ نے چھوڑ دیا ہے اور جو کچھ ہمارے رب کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ ظن مومنین اور مومنات کا اپنے بھائیوں سے بخیر ہونا چاہیئے۔ اس تاکید کو یک لخت بھول گئے اور بڑے دعوے کی زبان کھولی کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ برادرم آپ ناراض نہ ہو جائیں یہ کلمہ کفر سے کچھ کم نہیں کاش اگر آپکو کچھ سمجھ ہوتی۔ کسی مومن کی نسبت ایسی ایسی وجوہات سے کفر یا شرک یا فسق اور افترا کا یقین کرنا اور یہ کہنا کہ دال میں کچھ کالا ہے پرہیز گار اور نیک شعار اور نیک طبیعت مسلمانوں کا ہرگز طریق نہیں ومن الناس من یقول آمنا وما ہم بمؤمنین نہ معلوم آپ اور آپ کے بزرگوار کہاں سے اور کس سے سن آئے کہ جو صورت مثالی خواب یا کشف میں مشہود ہو وہی صورت حقیقت مقصود ہو جاتی ہے کیونکہ تمام معتبرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ہر ایک نوع رؤیا اور کشوف میں اکثر یہی اصول ہے کہ جو امور صور جسمیّہ اور مثالیہ میں ظاہر ہوتی ہیں وہ اپنی ظاہری شکل پر حمل نہیں کئے جاتے کیونکہ وہ تمام معانی ہیں جنکو ان صورتوں سے بوجہ من الوجوہ مناسبت ہے اور یہ مناسبت ہے۔ کہ جو صرف بوجہ اعتقاد رائے قوت متخیلہ میں پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً ایک شخص اپنے دشمن کو سانپ کی صورت میں دیکھتا ہے سو یہ نہیں کہ سانپ کی صفات ذمیمہ فی الحقیقت اس دشمن میں موجود ہیں بلکہ ممکن ہے کہ دشمن اپنی ذاتی حالت کی رو سے [illegible] یک آدمی ہو [illegible] سبب اعتقاد نے سانپ کی صورت پر اسکو کر دیا ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو سانپ [illegible] مثالیہ میں متشکل ہو کر

قوت متخیلہ پر ظاہر ہوتے ہیں وہ شخصی رائے کی خود اپنی حالت ہوتی ہے اور ... جس خبث اور فساد کی کسی دوسرے کی نسبت وہ رائے دیتا ہے۔ حقیقت میں وہ تمام خبث اور فساد اس کے اپنے ہی نفس میں بھرا ہوا ہے جو فطرتی طور پر آئینہ صفت ہوتا ہے وہ آئینہ کی طرح وہ خبث اسپر ظاہر کر دیتا ہے مثلاً ایک شخص کہ جو نہایت بدشکل ہے جب وہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھیگا۔ تو ضرور اسکی شکل کا عکس آئینہ میں پڑیگا۔ اب یہ بات نہیں کہ آئینہ بدشکل ہے۔ بلکہ بباعث نہایت صفائی کے اس میں انعکاس بدشکلی کا ہو گیا ہے اسی جہت سے محققین علم تعبیر لکھتے ہیں کہ جو لوگ فانی ہیں۔ وہ بباعث آئینہ صفت ہونیکے محل انعکاسی صفات ہوجایا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے قدیم سے یہ تجربہ ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ اکثر کفارہ فجارہ نے یا ایسون نے جنکا خاتمہ بد تھا۔ انبیاء اور اولیاء کو خراب اور فاسد حالتوں میں دیکھا ہے اور آخر انجام ایسے لوگوں کا بد ہوا ہے اور کفر پر مرے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کی بات ہے کہ ایک بزرگ مولوی فضل احمدؐ نام نے کہ جو موضع فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے ہیں اور ایام خوردسالی میں اس احقر کے اُستاد بھی تھے اور ابتک بقید حیات ہیں۔ اس عاجز کے پاس ذکر کیا کہ ایک شخص نے حضرت صلعم کو خراب حالت میں دیکھا اور لباس و وضع و مکان و حالت وغیرہ امور میں نالائق باتیں مشاہدہ کیں اور مولوی صاحب فرمانے لگے کہ اس خواب کے سننے سے مجھے بہت انقباض ہے اور ہر چند اس وسوسے کو دور کرتا ہوں مگر بے اختیار ہوں تب مینے امام زین العابدین وغیرہ کے اقوال انکو پڑھکر سنائے اور معتبر رسائل تعبیر کے کھولکر انپر ظاہر کیا کہ اس پلید باطن نے اپنے ہی نفس کو دیکھا ہے نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ اُسکا خاتمہ بد ہوگا۔ تب مولویصاحب سُن کر بہت خوش ہوئے اور انکا تمام قبض دور ہوگیا۔

اور فرمانے لگے کہ وہ شخص کچھ تھوڑی مدت کے بعد عیسائی بھی ہو گیا اور یہ خاتمہ کی بدی پر توی علامت ہے اور نیز مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ مجھکو اس عمدہ تعبیر کی ہرگز خبر نہ تھی اب مجھکو بہت بصیرت حاصل ہوئی ہے بیسح ہے کہ بغیر علم کے انسان اندھا ہوتا ہے۔ غرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص فانیوں کو خراب حالت میں دیکھتا ہے وہ درحقیقت اپنے ہی نفس کیحالت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ سِر اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس سے خالی ہے وہ بباعث اپنی نہایت شفقت کے کہ جو اسکو عباد اللہ سے ہے دوسروں کیحالت پر کہ جن میں وہ شخص خود بھی داخل ہے ایسا ہی درد مند ہے کہ جیسا خود صاحبِ درد کو ہونا چاہیئے۔ پس اس جہت سے شخصی رائے کی حالت ناقصہ اس صاحب کمال میں کہ جو بوجہ نہایت شفقت محو فی الخلق بھی بطور انعکاس دیکھائی دیتی ہے اور سادہ لوح کو یہ دھوکا لگتا ہے کہ واقعی طور پر یہ حالت اس میں موجود ہے اور کبھی اسکا باعث یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی شخص کا حال اور مقام دریافت کرنیکے لئے باطنی طور پر توجہ کرتا ہے اور وہ شخص جس کا حال دریافت کرنا منظور ہے۔ شخص متوجہ کی نظر سے بہت دور ہوتا ہے۔ ناچار نظر باطنی کے تکان کیوجہ سے کچھ اپنے ہی حالات ظاہر ہو جاتے ہیں جیسے ایک شخص جو آسمان کی طرف نظر کرتا ہے تو آسمان بوجہ دور ہونیکے اس کو نظر نہیں آتا۔ لیکن اپنی ہی آنکھوں کی کبودی سامنے آسمان میں دکھائی دیتی ہے اور دھوکہ سے نادان آدمی یہ خیال کر لیتا ہے کہ آسمان بزنگ کبود ہے حالانکہ وہ ایک نورانی اور پاک جوہر ہے تو اسی طرح نقصان توجہ سے بھی دھوکے لگتے رہتے ہیں جس میں سلب ایمان کا خطرہ رہا ہے۔

اب قصہ کو مختصر کرکے گذارش کرتا ہوں کہ جو آپ کے بزرگوار نے

خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے رو سے نہایت عمدہ خواب ہے۔ کاش آپ کے بزرگوار اور نیز آپکو کچھ حصہ علم تعبیر سے ہوتا۔ دونوں تہلکہ بدظنّی سے بچ جاتے سو جاننا چاہیئے کہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زنار کا باندھنا مستور الحال کے لیئے اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صاحب عزم ہے وہ کسی کاروبار سے نہ تھکے گا جب تک اپنے دشمنوں سے انصاف نہ لے اور گاؤ میش سے قوم لایعقل اور نفس پرست ذلیل ہو جائینگے اور حق ظاہر ہو جائیگا۔ اور یہ جو اس بزرگ نے دیکھا کہ سواری کی حالت میں دُم کی طرف مُنہ ہے یہ اعراض عن الجاہلین کی طرف اشارہ ہے یعنی جاہلوں سے منہ پھیرا ہُوا ہے اور ان کے جاہلانہ شور و غوغا کی طرف التفات نہیں سو دم کی طرف منہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ جاہلوں سے اعراض کیا ہُوا ہے اور آیت اعرض عن الجاھلین پر عمل ہے اور دوسری خواب پہلی خواب کی تائید میں ہے ریچھ سے مراد احمق اور سفلہ آدمی ہے کہ جو ریچھ کی طرح ناحق الجھتے ہیں اور ریچھ کی کھال پر بیٹھنا تسلط تام سے مراد ہے اور ریچھ کی کھال اس کے اخلاق ذمیمہ کا پردہ ہے جس پردہ کو خداوند کریم بذریعہ اس عاجز کے فاش کریگا اور یہ جو دیکھا کہ قرآن شریف اس کھال پر رکھا ہُوا ہے اسکی تعبیر یہ ہے کہ محبت قرآنی ایسے ریچھوں پر قائم ہو جاویگی گویا قرآن اس کھال پر رکھا گیا اور فرق بینائی سے اندوہ و حزن مراد ہے کہ جو شفقتاً علیٰ خلق اللہ طاری حال ہے۔ چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ معبروں نے شخص نامستور الحال کے لیئے یہی تعبیر لکھی ہے اور حوالہ اس آیت کا دیا ہے وابیضّت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ یہ تعبیر اول کشف صحیح کے ذریعہ سے اور پھر ابن سیرین وغیرہ کے معتبر اقوال سے یہ بات پایہ صداقت پہنچ گئی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

افسوس کہ آپکو ان قطعی اور یقینی الہامات سے کہ جو مخالفوں کی شہادت سے پایۂ ثبوت کو پہنچگئی کچھ ہدایت نہ ہوئی کیا صدہا انوار یقینیہ قطعیہ کے سامنے کسی کی پیش جاتی ہے خداتعالےٰ اس امت پر رحم کرے اور مرض خفاش سیرتی سے کہ جو ظلمت سے پیار اور نور سے بغض رکھنے کا موجب ہوا ہے۔ آپ دور فرماوے۔ والسلام علی اولٰٓئک الصدق و اللدین ط

مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۴ء مطابق ۲۔ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ ہجری المقدس

ریویو

باوانانک رحمۃ اللہ علیہ کی سوانعمری

یہ کتاب شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور کی تصنیف سے ہے۔ اس کتاب میں شیخصاحب نے باوا صاحب مذکور کی پیدایش سے وفات تک کی ستر سال کی عمر کے حالات درج ہیں اور یہ بیان کیا گیا کہ باوا صاحب جو سکھوں کے گورو ہیں وہ دراصل مسلمان تھے۔ میرے خیال میں ایسی کتاب کی اشاعت میں بہت کوشش کرنی چاہیئے۔ خصوصاً سکھ صاحبان میں یہ کتاب کثرت سے تقسیم ہونی چاہیئے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ انکے گرو کا کیا مذہب تھا۔ اور وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتے تھے اور کیا کچھ باوا صاحب نے کیا ہے یہ سکھ صاحبان کا مذہبی فرض ہے کہ اپنے مذہب کے بانی کے سوانح غور سے پڑہیں اور انپر عمل کرنیکی کوشش کریں۔ واقعی یہ کتاب بہت مفید ہے یہ کتاب ۱۸×۲۲ کے سائز کے سفید کاغذ کے ۱۶۰ صفحوں پر چھپی ہے قیمت فی جلد صرف ۸ ر ہے دفتر نور قادیان سے ملسکتی ہے۔

دہرم کی کسوٹی ۱۱ ماہ اگست ۱۹۰۳ء میں راولپنڈی میں سوامی درشنانند نے ایک جلسہ میں اسلام پر ۱۰۱ اعتراض کئے تھے حکیم مولوی صاحب ملتانی نے انکے جواب بڑی محنت سے طیار کئے تھے تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی میں پڑھکر سنائے گئے تھے۔

چونکہ یہ جواب بہت محنت سے لکھے گئے تھے اسلئے شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور نے ان اعتراضات و جوابات کو ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا ہے۔ اور یہ ٹریکٹ ۲۰×۲۶/۸ کے سفید کاغذ کے ۲۸ صفحہ پر چھاپا گیا ہے قیمت صرف ا ر ہے دفتر اخبار نور قادیان سے ملسکتی ہے۔ اسسٹنٹ اڈیٹر

قرآن کریم کے متعلق مسافر آگرہ

کے

اعتراضات اور انکے جوابات

پیشتر اس کے کہ میں مضمون شروع کروں۔ یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسافر آگرہ ایک ہفتہ وار اخبار ہے۔ جو پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی یادگار میں آگرہ سے نکلتا ہے۔

اس اخبار میں ہمیشہ مسلمانوں پر کچھ اعتراض ہوتے ہیں۔ جن کے جواب اکثر دیئے جا چکے ہیں یا بعض دفعہ ایسے بیہودہ اعتراضات ہوتے ہیں جنکا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس پر اعتراض کیا جاتا ہے ہیں ذیل میں مثال کے طور پر اس کے چند سوال لکھتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں۔ کہ ان کے جواب کی توفیق عنایت فرمائے۔

مسافر آگرہ مورخہ ۱۵۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک اعتراض اس آیت پر کیا گیا ہے یسئلونک عن الاھلہ قل ھی مواقیت للناس والحج ولیس البر بان تاتو البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ترجمہ تجھ سے لوگ چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تو کہدے لوگوں کے لئے وقت ہیں اور چاند میں حج کے لئے وقت ہین۔ اور یہ نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں کو ان کی پشت کی طرف سے جاؤ۔ اور

لیکن نیکی یہ ہے۔ کہ جو اتقاء کرے اور گھروں کو ان کے دروازوں کی طرف سے آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ ترجمہ کے بعد دیانندی صاحب نے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں وہ چند اعتراض کرتے ہیں اول تو یہ کہ اس آیت میں اوّل تو انصار لوگوں نے حضرت سے چاند کے بڑھنے گھٹنے کا سوال کیا۔ جس قدر علم اللہ میاں کو تھا۔ جواب دیا کہ یہ گھٹنا بڑھنا زمانہ کی شناخت کے لیئے ہے مگر یہ نہ بتلا سکے کہ اس کے گھٹنے بڑھنے کی کیا وجہ ہے"

لالہ صاحب نے یہ تو کہدیا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی بابت دریافت کیا گیا تھا۔ لیکن اگر ان سے اسکا ثبوت دریافت کیا جائے تو حیران رہجائیں۔ قرآن شریف میں لفظ اھلۃ ہے جو ہلال کی جمع ہے ہلال کے معنے تاج العروس میں حسب ذیل لکھے ہیں۔

الھلال بالکسرۃ غرۃ القمر وھي اول لیلۃ او یسمی ھلالا للیلتین من الشھر ثم لا یسمی بہ الی ان یعود فی الشھر الثانی (تاج العروس جزو الثامن صفحہ ۱۷۰) ترجمہ۔ ہلال کسرہ کیساتھ چاند کی پہلی تاریخ کو کہتے ہیں جو پہلی رات میں ہوتا ہے۔ یا ہلال نام رکھا جاتا ہے مہینے کی دو راتوں تک پھر اسکو ہلال نہیں کہتے۔ یہانتک کہ دوسرے مہینے میں لوٹ آئے اسکا خلاصہ یہ ہوا کہ پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور بعض کا یہ بھی قول ہے کہ دوسری رات کے چاند کو بھی ہلال کہتے ہیں۔ اس کے بعد کے چاند کو نہیں کہتے۔

اب اھلۃ جمع ہے ھلال کی جس کے معنے ہوئے کہ دو سے زائد مہینوں کی پہلی رات کا چاند۔ اب اگر سیاق سباق پر غور کیا جائے تو صاف پتہ لگتا ہے کہ اس سے پہلے رکوع میں رمضان کے مہینے کا ذکر ہے کہ اس میں روزے رکھنے چاہیے اور اس میں فلاں فلاں برکات ہیں جب رمضان شریف کا مفصّل حال

گزر چکا تو لوگ دریافت کرتے ہین کہ باقی مہینوں کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔ کہ ان میں کیا کچھ کرنا چاہیئے جیسا کہ عام طور پر انسانی طبیعت کا حال ہے کہ جب بہت سے امور ہین کسی کا کچھ حال یا حکم بیان ہو تو وہ باقی کی نسبت بھی تفصیل چاہتی ہے اسلیئے انکے سوال کا جواب ملتا ہے قل ھی مواقیت للناس والحج کہدے۔ ان مہینوں کے چڑھنے میں اوقات کا پتہ چلتا ہے لوگوں کے لیئے اور حج کے لئے۔ اب پنڈت صاحب بتائیں کہ قرآن شریف کے کس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاند گھٹتا بڑھتا تھا۔ میں مانتا ہون کہ کسی مفسرؔ[1] نے لکھا ہو گا۔ مگر ہم اسکو کیا کریں جب کہ قرآن شریف کے الفاظ اس کے متحمّل نہیں ہو سکتے۔ مجھے تعجّب ہے۔ کہ لالہ صاحب نے یسئلونك عن الاھلة کا ترجمہ یہ کیا ہے "تجھ سے پوچھتے ہیں چاند کا نیا نکلنا" اور پھر اعتراض کرتے وقت لکھتے ہیں کہ تجھ سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق سوال کرتے ہیں ہلال تو ایسا لفظ نہیں کہ جو ہر ایک رات کے چاند کو کہا جاوے بلکہ وہ تو صرف پہلی رات کے چاند کا نام ہے اگر گھٹنے بڑھنے کے معنے ہوتے تو اول تو ہلال کی جگہ قمر یا کچھ اور چاہیئے تھا جو تمام مہینے کے چاند کے لیئے آتا ہو اور پھر اس کے گھٹنے بڑھنے کیلئے بھی کوئی لفظ چاہیئے تھا۔ پہلی رات کا چاند کس طرح گھٹ بڑھ سکتا ہے جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ پہلی رات کے چاند کے بدلنے یا مہینوں کی تبدیلی میں اوقات ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لیئے یہاں ایک لفظ حج آیا ہے جسکی تشریح کے لیئے حج کے احکام شروع ہوتے ہین۔ چنانچہ فرمایا ہے لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا۔ یعنی یہ نیکی نہیں کہ گھروں کو ان کی پشتوں کی طرف

[1] اگر پنڈت صاحب ہمیں تفسیر دن کے ماننے کے لیئے مجبور کرتے ہیں۔ تو بتائیں کہ کیا وہ وید ویدانگی تمام پرانی کتابوں سے اتفاق رکھتے ہیں یا نہیں *

سے جاؤ۔ یہ عرب میں دستور تھا۔ کہ جب حج کو نکلتے تھے اور پھر جب انکو واپس ہونے کی ضرورت پڑتی تھی تو گھروں کو پچھلی طرف سے آیا کرتے تھے سامنے سے نہیں آیا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنا کوئی نیکی کی بات نہیں نیکی تو وہ ہوتی ہے جس میں تقویٰ مدنظر ہو جب یہ نیکی نہیں ہے تو اے مسلمانو! تمہیں اس کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ پس اب (واتوا البیوت من ابوابھا) گھروں کو دروازوں سے آیا کرو یہ بظاہر رسم کو توڑنے کیلئے[1] فرمایا ہے۔ اسپر لالہ صاحب فرماتے ہیں

"بعد ازاں آیت ہذا میں ۔۔ سرا مضمون شامل کر دیا ہے۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو حاجی بوقت احرام اپنے گھر آتے تھے چھت پر چڑھکر یا پس دیوار سوراخ کرکے اپنے گھروں میں آتے تھے۔ دروازے سے آنا درست نہیں سمجھتے تھے ایک دن حضرت ایام حج میں اپنے دروازے سے برآمد ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو اللہ میاں نے فوراً اس آیت میں جو چاند کے متعلق تھی۔ یہ مضمون ٹھونس دیا۔ اور آیت بھی نازل کر دی۔" (نعوذ باللہ)

---

[1] گو بظاہر اس کیساتھ اس بیفائدہ رسم کو توڑا ہے مگر حقیقت میں بتایا یہ ہے کہ ایسی لامعنی رسمیں بھی اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ الٰہی حکم کے سوا ہی خود بخود کسی چیز کی نسبت تقلید اور شریعت چاہی جائے۔ یہانتک کہ جب کوئی نہیں ملتی۔ تو نفس اور شیطان کی ایما سے۔ اور خود قوم کی خواہش سے نا عاقبت پیشوا از خود کوئی تفقیہ اور شرع اس کی نسبت ایجاد کر دیتے ہیں + اس لئے یہاں سمجھایا ہے۔ کہ ایسا کرنا منع ہے کیونکہ اس سے بہت سے مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔

پس صاف طور پر اس آیت کا ترجمہ معہ تشریح لکھ آیا ہوں اور جو لوگ اسکو پڑھینگے۔ ان کو صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس آیت میں کوئی دوسرا مضمون نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی مضمون ہے لوگوں نے مہینوں کے متعلق دریافت کیا ہے تو فرمایا ہے۔ انہیں لوگوں کے لیئے وقت مقرر ہیں اور حج کے لیئے بھی اوقات ہیں توچونکہ حج کا ذکر آیا تھا اسلیئے حج ہی کے متعلق ایک لایعنی رسم کو ذکر کر کے ایسی خواہش کی خرابی کا اظہار کیا ہے سو اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ سارا ایک ہی مضمون ہے۔ یہ کوئی نیا مضمون نہیں۔ چنانچہ پہلے حج کا ذکر فرمایا ہے پھر یہ اسکی تشریح ہو رہی ہے۔ اور اس کے احکام ذکر ہو رہے ہیں۔

واتوا البیوت من ابوابھا کو رسول کریم کے نکلنے اور نہ نکلنے سے کوئی تعلق نہیں ہے حج کے احکام کے بیان کے لیئے ضروری ہے کہ شروع احکام یہاں سے ہوں۔ کہ جب آدمی گھر سے نکلے تو کیا کرے پس اس ضرورت کے مطابق یہ حکم بتایا ہے

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں۔" اب قرآن شریف کی ہمہ دانی و فصاحت و بلاغت پر ناز کرنیوالے مسلمان اللہ میاں کی حسن لیاقت کی خود ہی داد دیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے علم و عقل عطا کی ہے وہ تو سمجھ ہی جائیں گے کہ بایں حسن و خوبی کوئی عالم قرآن شریف کو کیسے کلام ربانی کہہ سکتا ہے"

او نادان ہم بڑے فخر سے قرآن شریف کو خدا تعالیٰ کا کلام اور وہ بھی معمولی نہیں۔ بلکہ ہر طرح لاثانی کہتے ہیں۔ اگر شریر لوگ اسپر حملہ کریں یا اس کے مقابلہ کے لئے لوگ اٹھیں اور ایک بیہودہ گندی عبارت پیش کریں تو اسکی کیا پرواہ ہو سکتی ہے قرآن شریف کہتا ہے لا یمسہ الا المطہرون۔ یعنی قرآن کریم کا عرفان کما حقہ پاک لوگ ہی حاصل کر سکتے ہیں اگر کوئی شریر آدمی اعتراض کرے تو عقلمندوں پر اسکا

کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس آیت پر جو آپ نے اعتراض کئے تھے وہ بفضلہ تعالیٰ سب حل کر آیا ہوں زیادہ لکھنا باعث طوالت ہوگا۔

اب ہم ان اعتراضات کا جواب دیچکے ہیں جو پنڈت بھوجدت صاحب نے آیت مذکورہ کے متعلق اپنے اخبار کے ۱۵ اپریل ۱۹۱۰ء کے پرچے میں کئے تھے۔ لیکن ابھی ایک اور آیت باقی ہے جس پر ۲۲ اپریل کے مسافر میں اعتراض کئے گئے ہیں اور وہ آیت یہ ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (ترجمہ) اور لڑو بیچ راہ اللہ تعالےٰ کے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوا انکو پسند نہیں کرتا۔ یہ آیت ایسی عجیب ہے کہ جس سے آریوں کے اعتراض متعلقہ جہاد سب رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے۔ کہ صرف ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔ جس مذہب کا یہ دعویٰ ہو کہ کسی سے مقابلہ کرنا منع ہے بلکہ جو مقابلہ کریگا اس کو اللہ پسند نہیں کریگا سوائے ایسی حالت کے کہ مقابلہ پر وہ لوگ ہوں جو تم سے لڑائی کرتے ہوں۔ خود کسی پر حملہ کرنا منع ہے تو ایسے مذہب کے پیرو اشاعت اسلام کے لئے کس طرح لڑائی کر سکتے ہیں جس کی انکو اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مگر ہمارے پنڈت بھوجدت صاحب ایسے متعصّب ہیں کہ انھوں نے اس آیت پر بھی فوراً اعتراض کر دیا۔ کہ چونکہ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ چار مہینے ایام حج مکہ میں لڑائی بند رہتی ہے تاکہ سیلہ میں مجاوروں کا نقصان نہ ہووے) سلئے اللہ تعالیٰ آداب جہاد فرماتا ہے جو تم سے لڑیں انکو مار دو۔۔۔۔۔ القصہ یہ آیت قتل کفار پر صادر ہوئی تھی چونکہ اب مکہ میں امن و امان ہے۔ یہ خونی آیت اللہ تعالیٰ کو داخل دفتر کرنی چاہیئے"

سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ قرآن کریم میں تو کہیں نہیں لکھا۔ کہ یہ آیت حرم کے میدان

کے متعلق ہے اگر موضح القرآن میں لکھا ہے تو مصنّف موضح القرآن اس خصوصیّت کا ذمّہ دار ہے۔ لڑائیاں اب بھی ہوتی ہیں یہ قانون عام ہے۔ اگر مسلمانوں کی سلطنت کی کسی دوسری سلطنت سے لڑائی ہو۔ تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس آیت کی پابندی کرے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلی آیت مین بتا چکا ہوں۔ کہ حج کے متعلق احکام ہیں یعنی حج کے لئے اگر جاؤ تو ایسا کرو ایسا کرو یہاں فرمایا ہے۔ کہ اگر تمکو لڑائی کی ضرورت پڑے تو ایسا کرنا چاہیے کہ اللہ کے راہ میں لڑو۔ اور زیادتی نہ کرو۔ اگر اس لڑائی کی ضرورت حج میں بھی پڑ جاتے تو حرم کے مہینے سمجھکر خاموش نہ رہو۔ ایسا نہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں بلکہ ایسے موقعہ پر تمہیں بھی چاہیئے کہ تم بھی ان سے لڑائی کرو۔ مگر جہانتک وہ تم سے لڑائی کریں۔

یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ جو کام حج میں ہوتے ہیں وہ کہیں اور نہیں ہو سکتے۔ اس کی مثال تو ہو بہو یہی ہے کہ حکم ہو کہ نماز مین الحمد للہ رب العٰلمین پڑھا کرو اور جس کو حکم دیا گیا ہے وہ کسی خوشی کے موقعہ پر کہے الحمد للہ رب العٰلمین۔ تو کوئی بیوقوف کہدے کہ بس جناب کو ایسا کرنیکی اجازت نہیں صرف نماز میں کہا کرو اگر خدا تعالیٰ نے کہا کہ حج میں ایسا کیا کرو۔ تو کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ کسی اور موقعہ پر بھی اسی کام کی ضرورت پیش آئے تو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ مثلاً قرآن کریم کہتا ہے فاذکروا اللہ۔ تو کیا دوسرے اوقات میں ایسا کرنا منع ہے۔

پنڈت صاحب کی یہ منطق سمجھ میں نہیں آئی۔ باقی رہا یہ کہ جنگ کی ضرورت پڑتی ہے کہ نہیں سو اب بھی انکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کو مختلف اوقات میں لڑائی کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ مسلمانوں کی خدا کے فضل سے اب بھی سلطنتیں ہیں۔ خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر میں کہتا ہوں مانا کہ حج کے متعلق ہے۔ مگر

کیا پنڈت صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ بعد اب بھی امن کو تزئینی تجاویز میں مشغول رہتے ہیں اور ہر سال کچھ نہ کچھ حاجی مارے جاتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں اس آیت کی ضرورت نہیں۔ لیکن یاد رہے خاص کہ میں کوئی لڑائی نہیں کرسکتا ہے بلکہ میری مراد راستے کی لڑائی ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں پنڈت صاحب نے بریکیٹ میں لکھا ہے کہ حج کے دنوں میں لڑائی اسلئے منع ہے کہ تامیلہ میں مجاور دنگا نقصان نہ ہو جاوے افسوس! پنڈت صاحب کو معلوم نہیں کہ ایک مقدس جگہ میں خصوصاً جب کہ وہاں اکٹھ ہو لڑائی جائز نہیں ہونی چاہیئے کیا پنڈت صاحب اس بات کو اچھا سمجھتے ہیں کہ "گوروکل" کے جلسہ کے دنوں میں وہاں جنگ شروع کر دی جاوے۔ میرے خیال میں پنڈت صاحب ایسا کبھی پسند نہ فرمائیں گے۔ کیونکہ ان کو یہ فکر دامنگیر ہوگی کہ بہت سے بے قصور مارے جاویں گے اور شو کا بھی خاتمہ ہو جائے گا پھر مکہ کو خدا تعالیٰ نے امن والا بنایا ہے۔ یہ جائے اعتراض نہیں بلکہ عظیم الشان نشان ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مکہ کو امن والا بنانے ہیں کون ہے۔ کہ جو ہمارے ارادہ کے برخلاف جنگ کرے یا اس میں لڑ سکے۔ کتنے مذاہب تو ہوں زمانوں کی تبدیلی ہو جاوے مکہ امن میں رہیگا۔

آپ اس آیت کو خونی آیت بتاتے ہیں۔ افسوس تعصب بالکل اندھا کر دیتا ہے ذرا پنڈت صاحب بتائیں تو سہی کہ آیت مذکورہ بالا خونی ہے۔ یار گوید او بیانے سات انو کا ۵ اسکت ۸ کا پہلا منتر خونی ہے جس میں اندر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "اسکی جو ہمارے خوش ہوتا ہے بھوگ لگا کر پچھاڑ کر جس نے راجہ

¹ آیت کا ترجمہ یہ ہے اور لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

کے ساتھ کرشنا کی حاملہ استریوں کو قتل کیا۔ ہم رکھشا کے خواہش مند اسکو جو نعمتوں کا دینے والا ہے جس کے ہمراہ مارت ہیں اور جو یجر وید کو داہنے ہاتھ مین دھارن کرتا ہے بلاتے ہیں تاکہ ہمارا مددگار ہو“

جس وید کی یہ تعلیم ہو۔ کہ جوان بچّے اور بوڑھے مرد اور عورتیں تو الگ دشمن کی حاملہ عورتیں تک قتل کر دیجائیں کیا اسکا پیرو کبھی کہہ سکتا ہے کہ مندرجہ بالا آیت قرآن کریم کی یا کوئی اور آیت خونی ہے۔ پھر پنڈت صاحب ذرا بتایئے تو سہی کہ یہ الفاظ خونی ہیں کہ حاکم اعلیٰ تسلیم کرکے روئے زمین کو دشمنوں سے خالی کردو۔ یجروید ۹۔ ۴۰“ دیکھو ستیارتھ پرکاش ۱۹۰۸ء ص ۲۰۶

یہ سب باتیں تب ہوتی ہیں جب تعصّب نہ ہو۔ پنڈت صاحب تو مسلمانوں پر اعتراض کرنیکے لیئے تُلے ہوئے بیٹھے ہیں پھر کیا جہاں اعتراض نہ تھا وہاں بھی بنا لیا۔ کاش پنڈت صاحب غور فرمائیں۔

اب تبلایئے پنڈت صاحب کیا خونی ٹیکا ہمکو مٹانیکی کوشش کرنی چاہیئے یا آپ کو تعصّب کی عینک اتار کر غور و فکر کے بعد جواب دیں۔

پھر پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”یہ کانٹ چھانٹ یہ ردو بدل جہاں ہے وہ دین رب العالمین ہرگز نہیں“

میں تو ابھی بتا چکا ہوں کہ یہ آیت نہ منسوخ ہوئی ہے اور نہ اسکے منسوخ ہونیکی ضرورت ہے بلکہ یہ آیت کیا قرآن کریم کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں اور نہ ہو ہی سکتا ہے خصوصاً اس آیت کے متعلق جس پر بحث ہے میں ابھی ثابت کر آیا ہوں۔ ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور تو جانے دو بیسے ابھی کرزن گزٹ میں پڑھا ہے“ البانیہ .... کے مختلف اضلاع میں سخت معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں اور .... رپورٹ کیگئی ہے کہ ترکوں نے شلجائی میں البانی باغیوں کو شکست

دی کیا اب ان مسلمانوں کو نہیں چاہیئے کہ اس آیت پر عمل کریں۔

کیا اب بھی یہ آیت نعوذ باللہ داخل دفتر ہو سکنے قابل ہے۔ یا ستیارتھ پرکاش کے صفحات ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰ وغیرہ قابل ترمیم ہیں۔ جہاں کہ مت کا ذکر ہے کہ کسطرح حکومت کرنی چاہیئے اور راجا اور پرجا کو کیا کچھ کرنا چاہیئے اور فوج و اسلحہ جنگ وغیرہ کیسے مضبوط ہونے چاہئیں کیونکہ اب تو ہندوستان میں آریوں کی حکومت نہیں رہی اور کبھی ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کے باہر آریوں کی کبھی سلطنت ہوئی ہے۔ اور نہ کبھی ہونے کی امید ہے اسلیئے یہ سب قواعد خصوصاً ویدوں کے حصے جہاں کہ یہ منتر لکھے ہیں اور یجر وید کا نواں ادھیا سارے کا سارا دیکھو کہ قریباً قریباً سارے ادھیائے میں یہی ذکر ہے) اس قابل ہے کہ داخل دفتر کئے جاویں۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

(۱) کیا اسلام میں پچھلے گناہوں سے نجات ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس طرح؟

جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں نجات کے مضمون کو میں نے مختلف چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور سب سے پہلے میں مذکورہ بالا ہیڈنگ پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ جب ایک انسان خدا کی طرف جھکتا ہے تو ضرور ہے کہ اُسے پہلے یہی سوال پیش آئے کہ کیا میرے پہلے گناہ جو میں اب تک کر چکا ہوں وہ معاف ہو سکتے ہیں کہ نہیں اور اس سوال کے حل کئے بغیر نجات پر بحث کرنا ہے بھی فضول کیونکہ جب گناہ ہی معاف نہ ہوئے تو پھر نجات کس طرح ممکن ہے۔

یاد رہے کہ اسلام ہمکو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہم خدا تعالےٰ کے غفار ہونے پر ہر حالت میں ایمان لائیں۔ ..... اور کسی وقت بھی اس کے بے پایان فضل و کرم سے نا امید نہ ہوں۔ بلکہ ہر دم یقین کریں۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کے انعامات ہمارے شامل حال نہ ہوں تو ہماری زندگیاں تلخ ہو جائیں اور جینا ہمارے لئے دوبھر ہو جائے اور یہ کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کرتا ہے اور اگر سچی توبہ کیجائے۔ جو فضل کی جاذب ہو تو ہمارے گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے وہ محبت سے پر محبت کے قابل ہستی ہے جس کے مدنظر انسان کی اصلاح ہے اس کی ہلاکت نہیں پس جسوقت انسان اصلاح کی طرف جھکتا ہے اور اپنی غلطیوں پر آگاہ ہو کر اُنکو دور کر کے نیکی طرف توجہ کرتا ہے آسمان کے دروازے بھی اُسکے لئے کھلجاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ کی توجہ بھی اُسکی اصلاح کی طرف منصرف ہو جاتی ہے پس مبارک

ہے وہ جو ان باتوں پر غور کرے اور فائدہ اٹھائے۔

برخلاف اس کے مسیحی اور آرین یہ خیال کرتے ہیں کہ پچھلے گناہ قطعاً معاف نہیں ہو سکتے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اب واپس نہیں لیا جاسکتا۔ اب اگر کوئی شخص اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ تو یہی طریق ہے کہ آئندہ کے لئے گناہوں سے بچے اور پچھلے گناہوں کی سزا کا منتظر رہے (مسیحی ایک طریق گناہوں کی سزا سے بچنے کا بتاتے ہیں مگر وہ اس جگہ کچھ تعلق نہیں رکھتا اسلئے انشاء اللہ آئندہ بیان ہوگا)

پس ہمارا اور دیگر مذاہب کا اس مسئلہ میں ایک عظیم الشان اختلاف ہے جس پر بحث کرنا ضرور ہی ہے اور چونکہ گناہوں کی معافی کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفات سے ہے اور ساری بحث کا دار و مدار اسپر آن رہتا ہے کہ آیا خدا تعالیٰ کی صفات یہ چاہتی ہیں کہ انسان کے گناہوں کو بروقت توبہ معاف کیا جائے۔ یا اُسے ضرور ہی سزا دی جائے اور باوجود اس کی ندامت اور پشیمانی کے اور آئندہ اصلاح پر آمادہ ہونیکے اسکو ہلاک کر کے چھوڑا جائے۔ اسلئے اوّلاً میں خدا تعالیٰ کی صفات پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

یاد رہے کہ یہ ہی مسئلہ نہیں بلکہ جسقدر دیگر مسائل میں مذاہب کا اختلاف ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کی صفات کو نہ سمجھنے کیوجہ سے ہے چنانچہ دنیا کے مذاہب پر نظر رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ کل مذاہب میں جب برائیاں پڑی ہیں۔ اور طرح طرح کی بدعات داخل ہوئی ہیں تو اسکا اصل باعث یہی ہے کہ مُرور زمانہ سے ان لوگوں میں خدا تعالیٰ کی کسی ایک صفت یا بہت سی صفات کے متعلق غلط فہمی ہو گئی جس کی وجہ سے انکے اعمال بھی بگڑتے بگڑتے کسی اور طرز پر آگئے مثلاً ایک فرقہ جو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ خیال کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کو ذرّہ ذرّہ کا علم ہوتا ہے۔ اگر مرور زمانہ سے وہ خدا تعالیٰ کے علم کی صفت کے سمجھنے سے دھوکہ کھا جائے اور

اسکا یہ خیال ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کو کلیات کا ہی علم ہے اور جزئیات کا علم نہیں۔ تو ضرور ہے کہ اُس کے بہت سے عقائد ساتھ ہی بدل جائیں گے مثال کے طور پر انکو ماننا پڑیگا۔ کہ قیامت کو انکے بہت سے گناہ خدا تعالیٰ کی نظر سے پوشیدہ ہونیکی وجہ سے سزا سے بچ جائیں گے۔ اور وہ یہ بھی خیال کرینگے کہ خدا تعالیٰ کو دہوکہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

غرض کہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت میں غلط فہمی ہو جانے کی وجہ سے ہی مذاہب دنیا میں اختلافات پیدا ہوئے ہیں اور اگر سب مذاہب صفات الٰہیہ اور ان کے ظہور میں متفق ہوتے تو پھر کوئی اختلاف نہ ہوتا اور سب مذاہب ایک ہی بات کے ماننے والے ہوتے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سوائے بہت چھوٹے چھوٹے اختلافات کے سب مذاہب ایک ہی ہو جاتے مگر چونکہ صفات الٰہیہ کے سمجھنے اور ان کے ظہور کے طریقہ میں بہت کچھ اختلافات ہو گئے ہیں۔ اسلیئے آپس میں اسقدر بعد واقعہ ہو گیا ہے کہ اگر ایک مذہب کو مانا جائے تو دوسرے کو ضرور ہی غلط کہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفات میں کچھ کمی کر دی ہے یا زیادتی ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو کیا ہندو یا آریہ یا مسیحی یا یہودی یا زردشتی جان بوجھکر اپنے آپکو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور دوزخ کو دیکھتے ہوئے اس میں کودنے کی کوشش کرتے ہیں؟ بلکہ اُس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں تو دہریّتؔ کو چھوڑ باقی کل مذاہب اس طاقتور ہستی سے تعلّق پیدا کرنیکے لئے کوشاں ہیں اور مختلف طرق سے اور جائز اور ناجائز وسائل سے اسے خوش کرنے اور اپنے پر مہربان کرنیکے لیئے لگے ہوئے ہیں صرف فرق اتنا ہے۔ کہ اس کی صفات میں دہوکہ کھایا ہے اور اسلیئے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے چار آدمی ایک شہر کی تلاش میں نکلیں۔ اور ایک تو ٹھیک سیدھے راستہ پر چلتا جائے اور باقی اپنی جلد بازی اور نافہمی کیوجہ سے

اصل جہت کو چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کریں اور ان میں سے کوئی شمال کو چلا جائے کوئی جنوب کو چلا جائے اور کوئی مشرق کو چلا جائے۔ پس اس میں شک نہیں کہ یہ سب اس شہر کی تلاش میں سرگرداں و کوشاں ہیں۔ لیکن یہ فرق ہوگیا ہے کہ ایک تو ان نشانات پر جو بتائے گئے تھے چلا جاتا ہے اور آخر منزل مقصود کو پہنچ بھی جائیگا۔ مگر باقی تین نے اپنی طرف سے کچھ ایسی باتیں ان نشانات میں ملا لیں کہ اصل راستہ سے بھٹک کر کہیں کے کہیں چلے گئے۔ اور اگر اصل راستہ کی طرف نہ لوٹے تو ضرور ہے کہ اسی طرح چلتے چلتے مرجائیں گے اور منزل مقصود کو نہ پائینگے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ انکو بھی اس شہر تک پہنچنے کی تڑپ ہے۔ اس طرح موجودہ مذاہب میں سے سچے مذہب کو چھوڑ کر خواہ وہ کوئی مذہب ہو) باقی سب مذاہب کے پیرو گو خدا تعالیٰ سے ملنے کی تڑپ رکھتے ہیں مگر وہ نشانات جو انکو اس کے ملنے کے لئے بتائے گئے تھے (یعنی اسکی صفات) ان میں انہوں نے ایسی خودساختہ باتیں ملالی ہیں کہ اب وہ اصل راستہ سے بھٹک کر کہیں کے کہیں نکل گئے ہیں اور ان آلائیشوں کیوجہ سے جن میں آلودہ ہوگئے ہیں زمین و آسمان کے خدا کو چھوڑ کر اپنے خیالات کے بموجب کچھ اور خدا تجویز کرکے انکے پیچھے لگ گئے ہیں اور انکی مثال ان بکریوں کی ہے کہ جنہوں نے رات کیوقت اپنے مالک کے قدموں پر چلنا ترک کردیا اور ادھر اُدھر ہوگئیں اب چور انکو بلاتا ہے اور وہ اس کے پیچھے لگ جاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وہ اسکا مالک ہے مگر صبح سے پہلے وہ ان کو قصاب کے سپرد کردیگا اور آئندہ انکو اپنا گھر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

چنانچہ اس دھوکے میں پڑ کر کسی نے تو محبت کے جوش میں برہما وشن شو۔ کرشن اور رامچندر کے بھیس میں اُسے دیکھا۔ اور کسی نے اس پاک ہستی کو وراہ۔ شیر۔ مچھ۔ کچھ کی شکل میں اعتقاد کیا۔ کسی نے یسوع کے رنگ میں رنگین پایا۔

توکسی نے بدھ کی صورت میں جلوہ گر (نعوذ باللہ من کل ذلک) یہودیوں نے اگر موسیٰ کی معرفت اسکا دیدار چاہا۔ توزرتشیوں نے زرتشت کی وساطت سے اس کی ملاقات کی خواہش کی مگر سچّی بات یہی ہے کہ وہ ورا الورا ہستی اس بات کی محتاج نہیں کچھ مچھ یا کسی انسان کی صورت اختیار کرے اور یہ بات اس کی صفات کے بھی برخلاف ہے اسکا دیدار اس کی صفات کی معرفت سے ہوتا ہے چنانچہ اس سچے مسئلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی معرفت خدا تعالیٰ نے ہم تک پہنچایا اور فرمایا کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں کہ جس کے بھیس میں وہ آسکے اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ط وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۔ یعنی یہ مادی آنکھیں اسکی کنہ تک نہیں پہونچ سکتیں ہاں وہ ان آنکھوں کی کنہ کو خوب پہنچتا ہے۔ اور وہ بڑا لطیف اور خبیر ہے۔

پس ان سب بدعقاید کی جڑ صفات آلہیہ سے بے خبری ہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض نادان محبّت کی وجہ سے بعض خدا نما لوگوں کو خدا ہی سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض مخلوقات آلہیہ کو اسکا شریک قرار دیتے ہیں۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں خدا تعالےٰ اشارہ فرماتا ہے کہ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ پ ۱۷ یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے پوری آگاہی حاصل نہیں کی اور نہ اسکی بڑائی کا پورا اندازہ کیا تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے کیا معنے کہ لوگ جو غفلت میں پڑ گئے ہیں اور ایسے معبودوں کی طرف جھک گئے ہیں جو خود ضعیف ہیں اور کوئی طاقت اور قوت نہیں رکھتے اور نقصوں سی پاک نہیں ہیں بلکہ طرح طرح کے نقائص سے آلودہ ہیں ایسے لوگوں نے صفات آلہیہ کا پوری طرح سے مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اور بلا سوچے سمجھے من گھڑت صفات خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردی ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے اصل معبود سے دور جا پڑے

ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسئلہ نجات میں بھی مختلف اقوام نے دھوکہ کھایا ہے"

اسلام کی تعلیم سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کی محبّت میں لاکھوں نہیں کروڑوں روحیں بیچین رہی ہیں اور ہیں اور رہیں گی تمام نقائص سے پاک ہے اور کسی قسم کی اس میں کمی نہیں ہے بلکہ تمام نیک صفات کی وہ جامع ہے اور بالکل بے عیب ہے اور کوئی اعلیٰ صفت نہیں کہ جسکا ہونا اس ذات کیلئے ضروری ہو اور وہ اُس میں نہ پائی جاتی ہو اور نہ کوئی ایسی صفت ہے کہ جس کے ہونے سے اس میں نقص لازم آتا ہو .... اور وہ اُس میں پائی جاتی ہو۔

اور انسان کو اللہ تعالےٰ کی صفات سے آگاہ کرنیکے لئے قرآن شریف میں مختلف جگہ پر صفات آلہیہ کا ذکر کیا گیا ہے تا ایسا نہ ہو۔ کہ اس مذہب کے پیرو دنکو کچھہ مدت کے بعد خدا تعالیٰ کی صفات میں دھوکہ لگجائے اور وہ سیدھے راستہ سے بھٹک جائیں اور نیکی کا طریق ان سے چھوٹ جائے اور ضلالت اور گمراہی کیوجہ سے یہ لوگ خدا تعالےٰ کی طرف وہ صفات منسوب کریں۔ کہ جو در حقیقت اس میں نہیں ہیں اور انکا ہونا اس کے لئے عیب کا موجب ہو اور ایسی صفات جن کے نہ پائے جانے سے اُسمیں کمی لازم آتی ہو اور نقص وارد ہوتا ہو اُن صفات کو اس سے جدا کردیں اور اسکے نتیجہ میں اس حقیقی خدا کا دامن چھوڑ کر مصنوعی خداؤں کے پیچھے لگجائیں پس قرآن شریف ہمکو بتاتا ہے کہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اور ان میں طرح طرح کے جانور پیدا کئے اور انسان کو بنایا۔ اور بادلوں سے پانی اُتارا۔ اور آگ اور ہوا سے انسان کے فوائد کی تکمیل کی وہ خدا بڑا طاقتور خدا ہے اور اُس کے تمام فعل بالارادہ ہوتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کام کو وہ کرنا چاہے۔ اُسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس کام کو وہ روکنا

چاہے اسے کوئی کرنیوالا نہیں۔

علاوہ اس کے قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے ہمکو یہ بھی بتایا ہے۔ کہ انسان کی خلقت ہی نیکی اور تقویٰ رکھا گیا ہے۔ جس سے وہ نیک بات اور بُری بات میں فرق کر سکے۔ چنانچہ فرماتا ہے فطرت اللہ الّتی فطر النّاس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ط ذٰلک الدّین القیّم ولٰکنّ اکثر النّاس لا یعلمون ط یعنی اللہ کی طرف سے دی ہوئی فطرت وہی ہے جو اُس نے اپنے بندوں میں رکھی ہے اللہ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیئے۔ یہ ایک دین ہے جو استوار ہے لیکن اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں یعنی اللہ کی طرف سے انسان میں ایسی صفات رکھی گئی ہیں۔ کہ جن سے وہ ایک حد تک صفات آلہیہ کا مظہر بن سکتا ہے اور ایسی ایسی صفات حسنہ اس میں ودیعت کی گئی ہیں کہ جن کی مدد سے وہ نیک وبد کو پرکھ سکتا ہے اور اس طرح سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کن صفات کو منسوب کرنا جائز اور کن کو منسوب کرنا ناجائز ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ انسان میں بھی ایک حد تک آلٰہی صفات کا رنگ دیا گیا ہے اور اسلیئے جب فطرہ کے مطابق انسان آلٰہی صفات کو پرکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں فلاں صفات کا اللہ تعالےٰ سے جدا کرنا اور فلاں فلاں صفات کا اس پر منسوب کرنا بُرا ہے پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان میں وہی صفات ہیں کہ جو میری طرف سے اسے میری معرفت حاصل کرنیکے لئے دیگئی ہیں اور چونکہ میری خلق میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیئے۔ اسلیئے ایسا نہ ہو کہ تم خلاف فطرت ایسی صفات تجویز کرو۔ جو میری خلق کے خلاف ہیں۔ اور میں نے اُنکو پیدا کیا بلکہ ہمیشہ عقل و فطرت سے کام لیا کرو۔ اور ان دونوں کو اپنا رہنما بناؤ۔ اور جبتک تم خود انہیں تبدیل نہ کروگے اسوقت تم راہ راست پر رہوگے۔ اسجگہ یہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام کا یہ منشاء

ہرگز نہیں کہ عقل سے بالا کوئی علوم نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ فطرت وعقل کے مطابق کل علوم ہونے چاہئیں اس کے خلاف نہ ہوں مثلاً کوئی شخص ہمکو آکر بتائے کہ زید لاہور گیا ہے تو یہ بات ہماری عقل سے بالا ہے خلاف نہیں۔ کیونکہ ہمکو سماع سے معلوم ہوئی ہے خود عقل بغیر کسی کی اطلاع کے اسبات کو دریافت نہ کرسکتی تھی۔ مگر جب معتبر خبر ہمکو ملی۔ تو ہماری عقل نے کوئی وجہ اسکے رد کرنیکی نہیں پائی۔ پس جہاں جہاں میں عقل وفطرت کو انسان کا رہنما بتلاؤنگا۔ میرا یہی مطلب ہوگا۔ کہ جن باتوں کے وہ برخلاف نہ ہوں انکو قبول کرو خواہ وہ کسی ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوں؛

پس خداتعالیٰ اس آیت میں ہمکو بتاتا ہے کہ فطرتِ انسانی تو ہماری ہی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور اس میں ہم نے اپنے صفات کا پرتو ڈالا ہے پس اس میں تبدیلی مت کرو۔ اور اسکو اپنا رہنما بناؤ۔ اور جب تک تم اس اصول پر چلتے رہوگے اور اس راہ کو نہ چھوڑوگے تو تم سیدھی راہ پر رہوگے اور ہماری صفات کے سمجھنے میں دھوکہ نہ کھاؤگے۔ چنانچہ فرماتا ہے ذٰلک الدین القیم یعنی جو دین کہ اس طرح فطرت کے مطابق ہمکو چلاتا ہے اور وہ اصول ہمکو بتاتا ہے جو فطرت کے برخلاف نہ ہوں وہی سچا ہے اور باقی سب مذاہب جھوٹے ہیں۔ اور غلطی پر ہیں۔ اور انہوں نے خداتعالیٰ کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ اور وہ سیدھے راستہ سے دور جا پڑے ہیں اور کیونکہ ان کی بات بے ثبوت ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کہ جس سے وہ اپنے دعوے کو ثابت کرسکیں اور یہ ایک ایسا اصول ہے کہ جسکو اکثر لوگ نہیں جانتے؛

پس قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالےٰ ایک حد تک انسان کو اپنے صفات کا مظہر بناتا ہے اور جو طاقتیں کہ خداتعالےٰ میں ہیں۔ ایک حد تک

انسان پر اسکا پرتو ڈالا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ تخلّقوا باخلاق اللّٰہ یعنی اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی صفات کا اپنے آپکو مظہر بناؤ۔ اور وہ صفات حسنہ جو خدا تعالےٰ نے تم میں ودیعت کی ہیں۔ انکو ترک مت کرو۔ اور ان سے غافل مت ہو۔ بلکہ ان میں ترقی دو۔ اور اپنے آپکو کامل مظہر بناؤ۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اور بھی تشریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ جب مومن اپنے آپکو خدا تعالےٰ کے بالکل سپرد کر دیتا ہے۔ تو اسوقت خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے۔ جن سے وہ پکڑتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔ اور پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ انسان ایسا اپنی فطرت پر پکا ہو جاتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا تبدیلی بھی جائز نہیں رکھتا۔ اسلئے چونکہ انسانی فطرت میں الٰہی صفات رکھی گئی ہیں اور اس کی کل حرکات فطرت کے مطابق ہو جاتی ہیں تو اسوقت گویا اسکا ہر ایک فعل خدا کا ہی فعل ہو جاتا ہے اور ایسا انسان خدا تعالےٰ کا محبوب بنجاتا ہے۔

پس اسلام نے سچّے مذہب کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ فطرت کے مطابق ہو۔ اس کے برخلاف نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب نہ کرتا ہو۔ جو خلاف فطرت ہوں بلکہ ایسی صفات کو منسوب کرتا ہو جو عین فطرت کے مطابق ہوں اور مشاہدہ بھی اسکی تائید کرتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان میں ایسی صفات رکھی ہیں کہ جن سے انسان فیصلہ کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کونسی صفت منسوب کر سکتے ہیں اور کونسی نہیں۔

اسلیئے مجھکو کوئی بڑے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر انسانی فطرت میں ایسی طاقت نہ ہوتی تو وہ خدا کی صفات کو سمجھ

ہی نہ سکتا کیونکہ جو طاقت ایک چیز میں رکھی ہی نہیں تو وہ اس قسم کا کام نہیں دیسکتی۔ مثلاً یہ کہ طوطے میں بولنے کی طاقت ہے جب ہم اسکو بولنا سکھاتے ہیں تو وہ بولنے لگتا ہے لیکن چونکہ بیل میں بولنے کی طاقت نہیں ہم لاکھ کوشش کریں وہ کبھی نہیں بول سکیگا کیونکہ اس میں وہ مادہ ہی نہیں رکھا گیا یا یہ کہ اونٹ کو پیر نہیں دیئے گئے اور اسمیں اڑنے کی طاقت نہیں رکھی گئی۔ اب لاکھ بھی ہم اس سے کہیں کہ تو اڑ اور وہ پرندو نکو اڑتا ہوا دیکھے لیکن نہ تو اسکی توجہ ہی اس طرف جا سکتی ہے اور نہ وہ اڑ ہی سکتا ہے اسی طرح کل جانور جنکو انسان کی طرح ترقی کی طاقت نہیں دیگئی۔ اگر یہ ان کو سمجھانا چاہیں کہ دانا کے لیئے ہر وقت ترقی کی فکر میں لگا رہنا ضروری ہوتا ہے اور ایجادوں سے اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا اسکا فرض ہوتا ہے تو وہ اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ کیونکہ انمیں یہ طاقت ہی نہیں رکھی گئی انسان کو دیکھو کہ کہاں سے کہاں ترقی کر کے آگیا ہے مگر جانور جس طرح آج سے دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار سال پہلے تھا۔ اسی طرح آجکل بھی ہے یعنی جس طرح مکھی آج سے ہزاروں سال پہلے شہد تیار کیا کرتی تھی۔ اسی طرح اب بھی کرتی ہے یہ نہیں کہ انسان کی طرح نئی نئی ایجادیں کرتی رہے۔ مگر آج سے دو ہزار سال پہلے اگر انسان رتھوں پر سوار ہوتا تھا اور اسکے بعد چنڈول اور بہلیں اور سکھپال وغیرہ سواریاں نکل آئیں پھر اور ترقی کی تو گھوڑے گاڑیاں ایجاد ہوئیں۔ اور پھر انمیں مختلف قسم کی کتر بیونت ہوتی رہی اور وہاں سے انسان نے ترقی کی تو ریل ایجاد کی اور پہلے اگر دس میل فی گھنٹہ رفتار تھی تو پھر پندرہ میل اور رفتہ رفتہ ایک سو دس میل تک لے آیا اور سٹیم سے ترقی کی تو برقی طاقت سے کام لینے لگا اور اس سے بھی بڑھا تو ہوائی جہاز ایجاد کیئے۔ مگر مکھی نے شہد کے بنانے کے طریقہ میں اور ریشم کے کیڑے نے کپڑے کے بنانے میں اس عرصہ میں نئی نئی ایجادیں نہیں کیں جس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں یہ طاقت ہی نہیں رکھی گئی اب

اگر ہم کسی جانور کو فلسفہ کے مسائل سمجھانے بیٹھیں تو کیا سمجھا سکتے ہیں کبھی نہیں کیونکہ اس میں وہ مادہ ہی نہیں۔

پس جب تجربہ ہمکو بتاتا ہے کہ جو طاقت کسی چیز میں نہ ہو وہ اس سے کام نہیں لے سکتی تو پھر کسطرح ممکن ہے کہ اگر انسان میں ان صفات کا پرتو نہ ڈالا گیا ہو۔ جو خدا تعالیٰ میں ہیں تو پھر بھی وہ اسکی صفات کو سمجھ سکے خدا تعالیٰ کو ملنے کا ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ اسکی صفات کا کامل کام ہے پس جب انسان ان صفات کا علم ہی نہیں حاصل کر سکے گا۔ تو وہ انکا عرفان کیونکر حاصل کریگا۔ پس آلہی گیان یا عرفان کو حاصل کرنیکے لیئے ضروری ہے کہ انسان میں آلہی صفات کا جلوہ موجود ہو اور یہی مطلب ہے ان آیات واحادیث کا جو میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ انسان میں آلہی صفات کا پرتو ایک حد تک ڈالا گیا ہے۔ اور اسکی فطرت اس طرح نیک بنائی گئی ہے کہ اگر وہ اُس سے کام لے تو وہ ضرور خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھ سکتا ہے۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ آلہی صفات کے سمجھنے کا ایک ہی طریق ہے کہ انسان فطرت انسانی کو دیکھے اور پھر ہر ایک مذہب کی بتائی ہوئی صفات کو اس کسوٹی پر پرکھے۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کونسا مذہب سچّا ہے اور فطرت کے مطابق ہے اور کونسا جھوٹا اور فطرت کے برخلاف۔ پس اب میں اسلام کا دعوٰی مشاہدات کے دلائل سے ثابت کر آیا ہوں۔ کہ انسان میں آلہی صفات کا ضرور ایک حد تک جلوہ ہونا چاہیئے۔ تا کہ انسان آلہی صفات کو سمجھنے کے لایق ہو اور اگر اس میں وہ صفات نہ رکھے جاتے۔ تو وہ ایک جانور کی طرح جو فلسفہ کے مسائل ہزار برس پڑھانے پر بھی نہیں پڑھ سکتا۔ آلہی صفات کے سمجھنے کے ناقابل ہوتا۔

پس اب مذاہب کے دعاوی کے پرکھنے کے لیئے ہمارے لیئے ایک بہت آسان راہ نکل آئی۔ کہ اگر کسی مذہب کا دعوٰے عقل انسانی اور فطرت کے برخلاف ہو

اور متعارض ہو۔ تو وہ غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ جب ہماری فطرتیں آلہی صفات کا جلوہ گاہ ہیں تو جو بات ہماری فطرتوں کے برخلاف اور صریح متعارض ہے ضروری ہے کہ وہ آلہی صفات کے بھی برخلاف اور متعارض ہو۔ اسلیئے اگر کوئی مذہب خدا تعالیٰ کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب کرے۔ کہ جو ہماری فطرتوں کے برخلاف اور متعارض ہے۔ تو ہم فوراً سمجھ لیں گے۔ کہ یہ صفت خدا تعالیٰ کی طرف منسوب بالکل ناجائز اور منع ہے۔

اب جبکہ یہ طے ہو گیا۔ کہ کل مذاہب کی بتائی ہوئی آلہی صفات کو مدنظر رکھکر ہم دیکھیں گے کہ انسانی خلقت کس طرح واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں ایسی صفات ہیں کہ جنکو وہ فطرتاً نیک کہتا ہے اور بعض ایسے فعل ان سے سرزد ہوتے ہیں کہ انکو وہ فطرتاً بُرا کہتا ہے چنانچہ پھر تجربہ اور مشاہدہ اُسپر گواہی دیتا ہے کہ واقعی یہ فعل نیک ثمرات کا لانیوالا اور یہ فعل بُرے نتائج کا پیدا کرنیوالا ہے۔ مثلاً جب ایک انسان دوسرے سے محبّت اور اخلاص سے پیش آتا ہے اور کشادہ پیشانی سے ملاقات کرتا ہے تو دوسرےکے دل میں فطرتاً اس کی محبّت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی بہتری کا خیال اس کے دل مین جاگزین ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر برخلاف اس کے کوئی شخص دوسرے سے کج خلقی سے پیش آتا ہے اور اخلاق حمیدہ کو ترک کردیتا ہے اور انسانیت کو چھوڑ کر درندگی کا رنگ اختیار کرلیتا ہے تو لوگ اس سے کنارہ کرتے ہیں اور الگ ہو جاتے ہیں۔ اور انکی صحبت کو ترک کردیتے ہیں اور اس سے جدائی اختیار کرلیتے اور اسکی عزت انکے دلوں سے اُٹھ جاتی ہے اور اسکی بجائے نفرت گھر کرلیتی ہے اور تمام علاقہ میں اسکی شکایات کی آواز بلند ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں میں انگشت نما ہو جاتا ہے۔

پس غور کرو۔ کہ اُس با اخلاق انسان کی محبت اور اس کج اخلاق کی نفرت کی کیا وجہ ہے اور کیوں اس کے ساتھ لوگوں نے تعلقات کو بڑہایا۔ اور اس سے علیحدگی اختیار کی۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ اس نے تو فطرت انسانی کے جذبات کو ملحوظ رکھا۔ اور اس نے فطرت کو بدل دیا۔

پھر اسی طرح ایک شخص جو بڑا سچا ہے اور سچ کی وجہ سے خواہ اس کا نقصان بھی ہو جائے۔ وہ اسے ترک نہیں کرتا۔ اور جھوٹ کے قریب نہیں جاتا۔ اس کی بات پر تمام لوگ اعتبار کرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسکا انکار نہیں کیا جاتا۔ اور اس کی شہادتوں کی تصدیق کیجاتی ہے اور اسکو جھٹلانیوالا خود جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کے برخلاف وہ شخص جو اپنی فطرت کو بدلتا ہے اور جھوٹ کی نجاست کو استعمال کرتا ہے۔ اور سچ کے بولنے کے پاک طریق کو چھوڑ دیتا ہے اسکا اعتبار اُٹھجاتا ہے اور غیر تو غیر خود اسکے یار و غمگسار تک اس کی باتوں کو خلاف واقع سمجھتے ہیں۔ اور اُس کی بات کا انکار کرنا برا نہیں۔ بلکہ دور اندیشی سمجھا جاتا ہے اور اسکی بدنامی چاروں طرف پھیلجاتی ہے۔ اسی طرح تمام نیک صفات کا نتیجہ نیک نکلتا ہے اور بدی سے افعال کا نتیجہ بد اور یہ ایک ایسا آلہ اور ایسی کسوٹی ہے کہ جس پر انسان اپنی صفات کو پرکھ سکتا ہے اور اس طرح اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ واقعی وہ صفات جو فطرتاً نیک معلوم ہوتی ہیں وہ ہیں بھی نیک اور یہ کہ جو صفات فطرتاً بد معلوم ہوتی ہیں اس کے نتائج بھی بد نکلتے ہیں۔ پس فطرت کے پرکھنے کے لیئے ایک تجربہ بھی انسان کو دیا گیا ہے۔ کہ جس سے انسان اپنی فطرت کو پرکھتا رہتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ضمیر ہے۔ کہ جو اُس کی مددگار بنی ہوئی ہے اور اسکو آگاہ کرتی رہتی ہے کہ اسکا کونسا کام فطرت کے مطابق ہے۔ اور کون برخلاف فطرت۔ پس جب انسان فطرت سے کام لیتا ہے۔ تو اُسے کوئی ملامت نہیں ہوتی۔ اور جب

وہ فطرت کے برخلاف کام کرتا ہے تو فوراً اسکو ملامت شروع ہو جاتی ہے اور گو کہ ایک مدت تک فطرت کے برخلاف کام کرنے سے دل پر ایک زنگ لگجاتا ہے اور فطرت انسانی مسخ ہو جاتی ہے۔ اور اس آئینہ کی طرح ہو جاتی ہے۔ کہ جو زنگ کی کثرت کیوجہ سے عکس قبول نہیں کرتا۔ اور اپنی اصلی حالت کو چھوڑ دیتا ہے۔

مگر پھر بھی ایسے انسان کسی نہ کسی وقت فطرت کے مطابق بول ہی اُٹھتے ہیں ایک چور اپنے گروہ میں چوری کو بُرا سمجھتا ہے ایک ٹھگ اپنے گروہ میں ٹھگی کو مکروہ خیال کرتا ہے۔ کنجر تک اپنی بہو سے پیشہ نہیں کرواتے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ فطرت کہیں نہ کہیں سے اپنا راستہ تلاش کر ہی لیتی ہے۔ علاوہ ازیں کثرت بدیوں میں ایک حد تک اخفا کا خیال رہتا ہے جس سے انسان کو اس کی فطرت پر آگاہی ہوتی رہتی ہے۔ غرض کہ فطرت انسانی کو جب ہم دیکھتے ہیں تو بعض صفات کو وہ نیک خیال کرتی ہے۔ اور بعض کو مکروہ۔ پس اس فطرت سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کونسی صفت خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنی نیک ہے اور کونسی بری۔ جو صفات کہ انسان کے تدس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ اس کے نقایص کو دور کرنیکے لیئے نہیں ہیں وہ تو خدا تعالیٰ کی طرف انسان منسوب کرتا ہے۔ اور جو صفات کہ بری ہوں یا نقایص پر دلالت کرتی ہوں تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیجاتیں۔ پس اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان میں رحم کا مادہ ہے اور یہ ایک نیک صفت یقین کیگئی ہے اور اس کے برخلاف جس انسان نے رحم کے برخلاف کام کیا ہو وہ خود لوگوں کی نظر میں گر جاتا ہے فطرت انسانی کو مشاہدہ کر کے دیکھ لو۔ کہ یہ شروع سے ہی رحم کی محتاج چلی آئی ہے۔ چنانچہ اگر والدین کی طبیعت میں رحم کا مادہ نہ ہو تو پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ بچہ بڑھ سکے۔ بچہ تو پیدا ہوتے ہی ہلاک ہو جائیگا۔ اور ایکدن بھی زندہ نہ رہ سکیگا۔ پس جبکہ والدین جو صرف بچہ سے ایک عارضی تعلق رکھتے ہیں۔ اور

اس کے اس دنیا میں لانیکے وسیلہ ہی ٹھہرے ہیں اور اسکے پیدا کرنے میں خود انکی کوششیں کوئی دخل نہیں رکھتیں اس ذرا سے تعلق کیوجہ سے اپنے بچّہ پر اس قدر رحم کرنے لگتے ہیں۔ جو کہ محبّت بلکہ عشق کے نام سے موسوم ہوتا ہے تو خداتعالیٰ جو کہ اصل خالق اور مالک ہے کیا رحم نہ کریگا۔ غرض کہ انسان بچپن سے ہی رحم کا محتاج ہے۔ والدین جب تک اسپر رحم نہ کریں وہ ایک دم بھی گزارہ نہیں کر سکتا۔ پھر آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں تو بچّوں کے بہت سے قصوروں پر نظر انداز ہی کیجاتی ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ بے علم بچہ ہے انکو کیا سزا دینی ہے چنانچہ بچّوں کو سزا دینے والے سخت بیرحم اور ظالم تصوّر کئے جاتے ہیں اور اپنے بچّے تو الگ رہے دوسرے کے بچّوں کو سزا ملتے ہوئے دیکھکر بھی انسانی فطرت جوش میں آجاتی ہے اور فوراً استغاثہ شروع ہو جاتی ہیں کہ یہ بے علم معصوم بچہ ہے اسکو سزا کیوں۔ بیتے ہو اور یہ سب اسلیئے کہ وہ ناقص ہے اور اسکا علم اپنے کمال کو نہیں پہونچا۔ اسی طرح جب انسان بڑا ہوتا ہے۔ تو پھر اسوقت یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ جوان آدمی ہے۔ نادانی کی وجہ سے جوش جوانی میں ایسا کام کر بیٹھا۔ اور اسکے لیئے بھی ایک راہ رحم کرنیکی نکال لی جاتی ہے اور جب وہ ذرا بوڑھا ہوا۔ تو پھر کہا جاتا ہے ضعیف آدمی ہے سزا کے قابل نہیں معافی بہتر ہے غرض کہ فطرت انسانی ہر وقت رحم کی ملتجی رہتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت میں رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ ہر وقت اپنے اوپر رحم چاہتا ہے اور دوسرے کیلیئے بھی رحم کی درخواست کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص دوسرونپر رحم نہیں کرتا۔ اور انکے قصوروں اور خطاؤں کو نہیں بخشتا۔ وہ اپنے ہم جنسوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور اچھا کہلاتا ہے۔ اور یہ صفت انسانوں میں ہی نہیں بلکہ حیوانوں میں بھی بعض دفعہ نظر آتی ہے۔ غرضیکہ احسان و مغفرت انسانی سرشت میں ہے اور بنی نوع انسان روز ایکدوسرے کے گناہوں پر

چشم پوشی کرتے رہتے ہیں۔ ہاں اسپر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ بعض دفعہ رحمت یعنی مغفرت کرنے سے اور مجرم پر رحم کرنیسے برائی اور بڑھ جاتی ہے تو یاد رہے۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان عالم الغیب تو ہے ہی نہیں بعض دفعہ اپنے فیصلہ میں غلطی کرتا ہے اور جہاں عقوبت مناسب ہوتی ہے وہاں رحم کر بیٹھتا ہے تو اسکا نتیجہ بھی بُرا پیدا ہوتا ہے اس صفت رحم پر کچھ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ تو اسکو بر خلاف فطرت استعمال کرنیکی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ ایک دوائی جو خواہ کیسی ہی مفید ہو اور کیسی ہی قیمتی اور لاثانی ہو۔ اگر کسی ایسے مریض کو دیجائے کہ جس کیلئے وہ مضر ہے۔ تو ضرور نقصان کریگی۔ لیکن اس سے اس دوائی پر کوئی اعتراض نہیں پڑیگا کہ یہ خراب ہے مثلاً کونین ایک بڑی مقدار میں ایک حاملہ عورت کو دیدی جائے تو وہ اسے نقصان کرتی ہے مگر اس سے کونین پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ تو تشخیص کرنیوالے کی غلطی ہے کہ اس نے مریض کی حالت کو نہ دیکھا۔ پس اگر رحم کو بے موقعہ استعمال کرنے پر اسکا کوئی بُرا نتیجہ نکلے تو یہ تشخیص کا نقص ہے نہ کہ رحم کا کیونکہ رحم تو ہر حال ایک عمدہ صفت ہے ہاں جب اُسے غیر محل استعمال کیا جائیگا تو ضرور اس سے نقصان ہوگا پس اس قسم کے نقصانوں سے خود رحم پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور وہ بہر حال ایک عمدہ صفت ہے۔ غرض کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رحم انسانی سرشت میں ازل سے پڑا ہوا ہے۔ اور رحم نہ کرنیوالا اگر ظالم نہیں تو بخیل ضرور خیال کیا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے ہر ایک روحانی بات کا ایک پہلو اس دنیا میں بھی دکھایا ہے تاکہ انسان اسکو دیکھکر سمجھ سکے کہ اسی طرح وہ معاملہ بھی ہوگا۔ اسی کے مطابق اپنے کاموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ رحم کی صفت پر جب تک عمل نہ کیا جاوے تو ہمارے اخلاق اپنا کمال حاصل نہیں کرتے۔ چنانچہ عدل جو خود بھی ایک عمدہ صفت ہے رحم کے ماتحت ہے یعنی جبکہ ہم کسیکو اسکا بدلہ دیں تو وہ عدل کہلاتا ہے اور جب ہم اُسکے زیادہ دیں۔ تو وہ احسان یا رحم کہلاتا ہے جیسے کہ ایک

مزدور جو سارا دن کام کرتا رہا اور شام کو اُسے آٹھ آنے مزدوری ملنی ہے اگر ہم اُسے ایک روپیہ دیدیں تو یہ ہمارا رحم ہے اور احسان ہے اور اس فعل سے ہماری دنیا میں بدنامی نہیں ہوگی بلکہ شہرت ہوگی اور ہماری نیکی کی لوگ تعریف کرینگے۔ یا ایک قرضدار جس نے ہمارا کچھ روپیہ دینا ہے۔ اگر ہم اس سے پورا روپیہ وصول کریں تو یہ ہمارا عدل ہوگا اور کوئی ہمپر اعتراض نہ کریگا۔ کہ تمنے ایسا کیوں کیا۔ لیکن اگر ہم اسکو روپیہ بخشدیں یا کم استطاعتی پر خیال کرکے اسکو اور ڈھیل دیدیں تو یہ ہمارا رحم ہوگا۔ اور اسپر ہم بدنام نہیں نیک نام ہونگے اور خود اس شخص کے دل میں جو ہمارا مقروض ہے۔ ہماری عزت اور محبت بڑھ جائیگی۔

جیسا کہ قرآن شریف نے بھی اس مسئلہ کو خوب وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ؕ پ ۲۵ ع ۵۔ یعنی اس بات کی خدا تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ جس نے جسقدر بدی تم سے کی ہے اسی قدر اسکو سزا دے لو۔ لیکن اگر کوئی اصلاح سمجھکر معاف کردے تو وہ عنداللہ ماجور ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں انعام کا مستحق ہوگا ہاں یہ خیال رہے کہ خدا تعالےٰ ظالمین کو پسند نہیں کرتا۔ یعنے نہ انکو جنھوں نے ظلم کیا اور نہ انکو جنھوں نے اصلاح عفو میں دیکھکر پھر بھی سزا دی اور نہ انکو جنھوں نے بیجا عفو سے کام لیا اور عفو سے دنیا میں اور بھی فساد پیدا کیا۔ پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عفو اور رحم عدل سے زیادہ عمدہ صفتیں ہیں اور اس سے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور خود تجربہ ہمکو بتاتا ہے کہ جب ہم عدل کرتے ہیں تو اسکے لئے ہم ایسے شکور ہوتے جیسا کہ رحم کیوقت مثلاً ایک مزدور کو اس کی پوری مزدوری دیکر ہم شکریہ کے مستحق نہیں ہوتے ہاں جب ہم اسکو کچھ انعام بھی دیدیں تو اسوقت وہ دل سے ہمارا شکریہ ادا کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی ہم قابل تحسین ٹھیرتے ہیں یا جبکہ ایک شخص ہمکو گالیاں دیتا ہے یا مارتا ہے تو اگر ہم اسوقت عفو میں اصلاح دیکھکر

اسکو معاف کردیں جس سے آیندہ اسکو نصیحت ہوجائے تو یہ ہمارا عیب نہیں
سمجھا جائیگا۔ بلکہ ایک خوبی ہوگی اور لوگ بجائے اس کے کہ ہمکو ظالم کہیں۔ کہ
ہمنے عدل نہیں کیا کہ مزدور کو بجائے آٹھ آنیکے روپیہ دیدیا۔ اور قرضخواہ کو معاف
کردیا۔ اور ہمکو تکلیف دینے والیکو بغیر تکلیف کے چھوڑ دیا۔ بلکہ لوگ ہماری تعریف
کرینگے اور ہمکو رحمدل قرار دینگے۔ اور بجائے نقص کے یہ فعل ہماری خوبی سمجھی
جائیگی۔ غرضیکہ انسان میں رحم کا مادہ ہے۔ ۔ اور عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور
عدل سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور حسب موقعہ رحم نہ کرنیوالا ظالم تصوّر کیا جاتا ہے
پس جبکہ اس خوبی کو اپنے اندر دیکھتے اور روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو پھر ہم کس
طرح کہہ سکتے ہیں کہ خداتعالیٰ اس خوبی سے محروم ہے اور اس کی صفات میں
رحم کا کوئی مادہ نہیں۔ پس انسانی مشاہدہ ہمکو بتاتا ہے۔ اور روز روشن کی طرح کھولدیتا
ہے کہ خداتعالیٰ میں رحم کی صفت ضرور ہے ورنہ وہ ناقص ہوگا۔ اور ناقص ذات
اپنے اندر آپ قائم نہیں رہ سکتی اور اس طرح خداتعالےٰ کے وجود سے ہی انکار کرنا
پڑیگا۔ اور دہریت کی طرف رجوع کرنا ہوگا یا کم سے کم یہ ماننا پڑیگا۔ کہ جو نیک صفات ہم
میں ہیں وہ خداتعالےٰ میں نہیں اور بعض نیکیاں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ہم خداتعالیٰ
سے بڑھ گئے ہیں۔ اور یہ ایک سخت کفر اور شرک کا کلمہ ہے کہ جو ایک نیک آدمی
کبھی بھی اپنی زبان پہ نہیں لاسکتا۔ غرض کہ اب میں ثابت کرچکا ہوں کہ خداتعالیٰ
نے اپنی ذات کے سمجھانیکے لیئے ہم میں اپنی صفات کا ایک پرتو رکھا ہے جس سے
کہ ہم نیکی اور بدی کو پہچان سکتے ہیں۔ اور اندازہ کرسکتے ہیں۔ کہ خداتعالیٰ کی طرف
کونسی صفت کا منسوب کرنا خلاف شان ہے۔ اور کونسی صفت کا اس سے الگ کرنا
اس کے نقص پر دلیل ہے۔ چنانچہ قرآن شریف سے مینے اسکا ثبوت دیا ہے اور
پھر مینے بتایا ہے کہ رحم کی صفت انسان میں ہے اور وہ عدل سے بڑھکر سمجھی جاتی ہے

اور اگر وہ نہ ہوتی تو دنیا کا کارخانہ ہی اُلٹ جاتا۔ اور پھر قرآن شریف سے میں نے اس مسئلہ کو بھی نکال کر بتایا ہے۔ کہ اسلام بھی اسی کا قائل ہے چنانچہ جب یہ ثابت ہو چکا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ میں بھی رحم کا مادہ ہے اور وہ چونکہ عدل سے بالا ہے اور اعلیٰ مرتبہ ہے اسلیئے خدا تعالےٰ نے اپنی گوناگوں حکمتوں سے کام لیکر اس صفت کو بھی استعمال کرتا ہے۔ اور میرا اس مسئلہ کو یہاں لکھنا اس باعث سے ہے کہ اس مسئلہ کے حل ہونے سے نجات کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

اسلام کے سوا اور دوسرے مذاہب نے عدل و رحم میں فرق محسوس نہ کرنے میں نجات کے معاملہ میں غلطی کھائی ہے۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ کی ان صفات میں دھوکہ نہ کھاتے تو کبھی بھی نجات کے معاملہ میں انکو غلطی نہ ہوتی۔

اب میں اسلام کی نجات کو بتاتا ہوں کہ وہ کسطرح انسانی نجات کو قوانین فطرت کے مطابق قرار دیتی ہے۔ سو یاد رہے کہ خدا تعالےٰ ہمکو بتاتا ہے کہ میں رحمٰن ہوں میں رحیم ہوں۔ اگر تم گنہگار ہو اور جہل اور کم علمی سے یا معرفت کی کمی سے تمہارے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ اور تمہاری عمر کو گناہوں کے کیڑے نے گھن لگا دیا۔ اور تم ایک عرصہ تک اپنی ماں کی چھاتیوں سے جدا رہے ہو اور مصنوعی پستانوں کو جو دانتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور بھوک ان سے دور نہیں ہوتی۔ چوستے رہے ہو اور ان دشوار گذار راہوں میں پڑے رہے ہو جو انسان کو صراط مستقیم سے دور پھینک دیتی ہیں۔ اور اس بچھڑے کی طرح جو اپنی ماں کو بھول کر ایک مصنوعی گائے کے پیچھے لگ جائے کہ جس کے اندر سوائے بھس کے اور کچھ نہیں۔ میری پرستش کو چھوڑ کر ہوا و ہوس کے غلام بنے رہے ہو۔ تو آؤ میں تمہارے گناہ بخشدونگا۔ اور جیسے ماں اپنے بچھڑے ہوئے بچہ کو جو ایک مدت تک آوارہ رہا ہو اور پھر اپنی آوارگی پر پشیمان ہو کر اپنی ماں کے گھر میں رہنے کے لیئے آیا ہو۔

اپنے کلیجہ سے لگالیتی ہے ویسے میں تمہاری کل خطاؤں کو بھلا دونگا۔ اور نئے سرے سے تم سے عہد باندھونگا۔ اور تمہاری کل کمزوریوں کو نظر انداز کردونگا اور تمہارے گناہوں کو میٹ دونگا۔ اور تمہاری بدیوں کو پوشیدہ کردونگا۔ اور تمہیں وہ کچھ دونگا۔ کہ جس کا گمان تک بھی تمہیں نہ ہو۔

چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پ ۲۴ ۔ ۳۔ یعنی اے میرے بندو! کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور گناہوں میں ڈوب گئے اور خطاؤں میں غرق ہوگئے۔ اور ہر وقت ظلم و تعدی میں لگے رہے ہو اور جنہوں نے خدا کی راہ بھلا کر اور راہ اختیار کرلی ہے اور اس مہربان اور سچے محبوب کو چھوڑ کر اور اشیاء سے دل لگایا ہے اور حقیقت کی بجائے جھوٹ کو پسند کیا ہے اور خالق کی جگہ مخلوق کو چن لیا ہے۔ اور نیکی کو ترک کرکے بدی کو لے لیا ہے۔ ناامید مت ہو اور میری درگاہ سے مایوسی مت کرو۔ کیونکہ میں تو سب گناہوں کو معاف کردیا کرتا ہوں اور ہر ایک قسم کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہوں اور بڑا مہربان ہوں تم گھبراتے کیوں ہو اور یاس کیوں ہوتے ہو۔ جس وقت تم کو سمجھ آتی ہے۔ اور تم معلوم کرلو۔ کہ اصل سچی راہ کونسی ہے اور سلامتی کس طریق میں ہے اور ہدایت کا راستہ کونسا ہے اور نیکی اور تقوٰی کیا ہے۔ اور بدی میں کون کون سے نقائص ہیں اور گناہوں سے کیا نقصان ہے۔ تمہارے دل نیکی کی طرف جھکجائیں۔ اور تم کو سچائی کی لو لگجائے اور پاکیزگی حاصل کرنیکے لیئے تم بےچین ہو جاؤ تو اسوقت میری طرف جھکو۔ اور اپنے گناہوں کا خیال مت کرو اور ماضی سمجھکر اپنی پچھلی زندگی کو بھلا دو۔ اور آئندہ کیلئے بہتری کا ارادہ کرلو اور یاد رکھو کہ میں تمہارا رب ہوں

بقیہ رسیدات زر ماہ جنوری ۱۹۱۱ء

۲۶۲ - میاں مراد بخش صاحب	عہ	۸۲ - محمد الدین صاحب	عہ	۹۳۱ - میاں غلام رسول صاحب	عہ
۲۰۸ - چوہدری علی احمد صاحب	عہ	میاں فضل حق اعانت ریلار	عہ	میاں منظور علی صاحب خاکر چندہ ممبری	سے
۱۹۵ - میاں نور احمد صاحب	عہ	سید امجد علی صاحب چندہ ممبری	ہے	۸۲۴ - آغا محمد صاحب	عہ
۳۵۲ - بابو برکت علی صاحب	عہ	۱۳۸ - عبد العزیز صاحب	عہ	۸۰۶ - عبد العزیز صاحب ٹیلر ماسٹر	عہ
۱۹۶ - میاں نیاز احمد صاحب	عہ	عبد الرحمن کاغانی اجرت اشتہار	عہ	۸۹۳ - نصیر الدین صاحب	عہ
۳۲۷ - میاں عبد الکریم صاحب	عہ	۱۲ - منشی گلاب الدین صاحب	عہ	۸۴۳ - شیخ فتح محمد صاحب	عہ
۵۶۹ - میاں نفضل محمد صاحب	عہ	۵۱۹ - حکیم محمد صالح سانگلہ	عہ	۸۹ - شاہزادہ سلطان ابراہیم خان صاحب	عہ
۷۹۲ - شیخ محمد حسین صاحب	عہ	چوہدری فتح محمد صاحب (چندہ ممبری)	عہ	۸۴۸ - عبد الرحمن صاحب	عہ
۱۱۳۶ - سید عبد الغنی صاحب	عہ	ماسٹر محمد الدین صاحب (ایضاً)	عہ	۸۴ - منشی علم الدین صاحب	عہ
۳۴۵ - چوہدری سرفراز خان صاحب	عہ	شیخ رحمت اللہ صاحب قیمت رسالہ عہ دار الکتب احمدیہ میرٹھ	عہ	۸۹۵ - منشی رحمت اللہ صاحب	عہ
۲۵ - منشی غلام حیدر صاحب	عہ	مرزا عبد الغنی صاحب چندہ ممبری	عہ	۸۴۰ - حافظ محمد الدین صاحب	عہ
۴۴ - منشی تاج الدین	عہ	۱۰۵۶ - حافظ فتح محمد صاحب	عہ	۸۶۶ - خواجہ حفیظ اللہ صاحب	عہ
۵۰ - حکیم محمد حسین صاحب	عہ	۱۱۳۷ - محمد روشن صاحب طالب علم	عہ	۸۹۶ - بابو سردار محمد صاحب	عہ
۹۹۶ - بابو غلام حسین صاحب	عہ	۱۲۲ - منشی گلاب الدین صاحب	عہ	۸۹۸ - بابو غلام محمد صاحب	عہ
۸۹ - منشی محمد لطیف صاحب	عہ	۱۱۹ - مولوی سکندر علی صاحب	عہ	۸۹۷ - منشی محمد سلطان صاحب	عہ
۶۴ - میاں کرم الٰہی صاحب	عہ	۱۷ - حکیم فضل الدین صاحب مرحوم	عہ	۸۷۶ - چوہدری فضل الٰہی صاحب	عہ
۶۳ - محمد نذیر خان صاحب	عہ	میاں اسمٰعیل صاحب چندہ ممبری	عہ	۹۸۵ - میاں محمد امین صاحب	عہ
۵۸۵ - میاں سید محمد صاحب	عہ	۸۱۲ - منشی امیر محمد خان صاحب پٹواری	عہ	۸۹۹ - شیخ عبد الرحیم صاحب	عہ
۵۶ - بابو علم الدین صاحب	عہ	۱۲۲ - منشی گلاب الدین صاحب	عہ	۹۰۰ - منشی عطاء محمد صاحب	عہ
ڈاکٹر اقبال علی چندہ ممبری	ہے	۴۰ - منشی گلاب خان صاحب	عہ	۹۰۱ - بابو غلام محمد صاحب	عہ

۹۰۲ - بابو احمد علی صاحب	عہ	۹۱۶ - میاں عبد الاکبر صاحب	عہ	۵۰۱ - ملا عبد الرحیم صاحب	عہ
۳۶۷ - محمد اکرام خان صاحب	عہ	۱۱۲۶ - منشی فضل الدین صاحب	عہ	۹۳۵ - حکیم غلام علی صاحب	عہ
۹۰۳ - میاں سلیمان صاحب	عہ	۹۱۹ - بابو غلام محی الدین صاحب	عہ	۹۳۳ - ماسٹر عبد العزیز صاحب	عہ
۹۲۹ - میاں ولی محمد صاحب	عہ	۹۲۰ - میاں عبد الغنی صاحب	عہ	۱۱۲۲ - ڈاکٹر محمد الدین صاحب	عہ
۹۰۴ - میاں موسیٰ رضا صاحب	عہ	۳۶۹ - نواب خان صاحب	عہ	۹۳۶ - محمد ابراہیم خان صاحب	عہ
۹۰۵ - چودہری ناصر خان صاحب	عہ	۹۲۱ - محمد فضل الدین صاحب	عہ	۹۳۷ - میاں شمس الدین صاحب	عہ
۹۰۶ - چودہری بڈھے خان صاحب	عہ	۸۱۴ - میاں محبوب عالم صاحب	عہ	۹۳۸ - منشی تاج الدین صاحب	عہ
۸۵۲ - میاں عبد الحکیم صاحب	عہ	۹۲۲ - عبد العزیز صاحب	عہ	۹۳۹ - ڈاکٹر ممتاز علی صاحب	عہ
۹۰۷ - حسین علی صاحب	عہ	۹۲۳ - شیخ نعمت علی صاحب	عہ	۹۴۰ - شیخ رحیم بخش صاحب	عہ
۸۲۸ - سائیں محمد شفیع صاحب	عہ	۹۲۴ - منشی عبد الرحیم صاحب	عہ	۹۴۲ - منشی حسین بخش صاحب	عہ
۹۰۸ - میر احمد شاہ صاحب	عہ	۹۲۵ - مولوی نور محمد صاحب	عہ	۹۱۸ - شیخ عبد الحمید صاحب	عہ
۸۰۵ - جمال الدین صاحب	عہ	۹۲۶ - چودہری عنایت علی خان صاحب	عہ	۹۴۱ - شیخ خدا بخش صاحب	عہ
۹۱۷ - میاں غلام محی الدین صاحب	عہ	۸۷۹ - بابو مظفر احمد صاحب	عہ	۹۴۳ - ماسٹر محمد فاضل صاحب	عہ
۹۰۹ - مستری محمد الدین صاحب	عہ	۹۲۷ - شیخ عبد الرشید صاحب	عہ	۹۴۴ - بابو علی گوہر صاحب	عہ
۹۱۰ - بابو خدا بخش صاحب	عہ	۸۵۷ - چودہری ہیراں بخش صاحب	عہ	۹۴۷ - بابو عبد العزیز صاحب	عہ
۹۱۱ - راجہ شیر محمد صاحب	عہ	۹۲۸ - شیخ غیرالی صاحب	عہ	۹۴۶ - منشی عبد الرحمن صاحب	عہ
۹۱۲ - مرزا رسول بیگ صاحب	عہ	۹۲۹ - میر جان محمد صاحب	عہ	۹۴۸ - میاں محمد بخش صاحب	عہ
۹۹۶ - میاں امیر الدین صاحب	عہ	۹۳۰ - سید محمد اسماعیل صاحب	عہ	۹۴۹ - منشی محمد اروڑا صاحب	عہ
۹۱۴ - بابو محمد علی صاحب	عہ	۸۰۴ - ڈاکٹر محمد الدین صاحب	عہ	۹۵۰ - بابو قاسم علی شاہ صاحب	عہ
۹۰۵ - چودہری ولیداد خان صاحب	عہ	۹۳۲ - میاں امام الدین صاحب	عہ	۹۵۱ - راجہ شیر محمد صاحب	عہ
		۹۳۳ - منشی محمد الدین صاحب	عہ		
۲۱۱ - بابو محمد افضل صاحب	عہ	۹۳۴ - شیخ سلطان محمود صاحب	عہ	۹۵۲ - منشی شمس الدین صاحب	عہ

۸۰۷ - منشی احمد دین صاحب	عا	۱۹۴۴ - مولوی عمر الدین صاحب	عا	۹۷۳ - میاں محمد بخش صاحب	عار
۸۰۸ - منشی علی بخش صاحب	عا	۹۶۹ - منشی عبد الحفیظ صاحب	عار	۹۷۴ - میاں سلطان محمد صاحب	عا
۵۳ - ۹ قاضی عبد المجید صاحب	عا	۲۴۴ - میاں محمد عمر صاحب	عا	۹۷۵ - میاں الٰہی بخش صاحب	عا
۹۰۴ - مولوی عبد القادر صاحب	عا	۹۷۰ - محمد حیات صاحب	عا	۹۷۶ - شیخ فضل کریم صاحب	عا
۹۰۵ - میاں اللہ دتا صاحب	عا	۳۰۵ - میاں نبی بخش صاحب	عا	۹۷۷ - میاں عبد الستار صاحب	عا
۹۰۶ - مستری عبد الرحمٰن صاحب	عا	۱۲۷ - میاں محمد صادق صاحب	عا	۹۷۸ - میاں بشیر محمد صاحب	عار
۹۰۷ - میاں الٰہی بخش صاحب	عا	۲۹۴ - منشی غلام رسول صاحب	عا	۹۷۹ - میاں رحیم بخش صاحب	عار
۹۰۸ - ملک محمد الدین صاحب	عا	۳۷۰ - میاں محمد اکبر صاحب	عا	۹۸۰ - چوہدری نبی بخش صاحب	عار
۹۰۹ - ماسٹر محمد سعید صاحب	عار	۴۳۶ - میاں محمد حسین صاحب	عا	۹۸۱ - میاں غلام مصطفےٰ صاحب	عا
۷۱۹ - سید انعام رسول صاحب	عا	۶۶۰ - میاں امام الدین صاحب	عار	۹۸۲ - منشی غلام نبی صاحب	عا
۹۴۸ میاں عبد المجید صاحب	عا	۹۴ عبد الغنی صاحب	عار	۹۸۳ - چوہدری عبد اللطیف صاحب	عار
۶۱۰ - شیخ ظہور حسین صاحب	عار	۳۸۱ - میاں بقا محمد صاحب	عار	۹۸۴ - چوہدری رحمت اللہ صاحب	عار
۹۴۹ میاں عبد الغنی صاحب	عا	۵۸۰ - میاں غلام نبی صاحب	عا	۹۸۵ ملک غلام محمد صاحب	عا
۹۶۰ میاں عبد اللہ کشمیری	عا	۵۰۳ - قاضی تدبیر حسین صاحب	عا	۹۸۶ - بابو عبد العزیز صاحب	عا
۹۶۲ - چوہدری مہدی حسن صاحب	عار	۶۳۸ - منشی کرم علی صاحب	عا	۹۸۷ - مرزا غلام سرور صاحب	عار
۹۶۳ - پیر حاجی احمد صاحب	عا	۱۴۰ - مولوی نور محمد صاحب	عار	محمد مرتضیٰ خاں صاحب	
۹۶۴ - میاں محمد افضل صاحب	عا	۴۲۴ - غلام امام عزیز الواعظین	عا	چندہ دار الکتب احمدیہ	عہ
۹۶۴ - مولوی نور حسین صاحب	عا	۶۳۷ - ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب	عار	۹۸۸ - عبد الغنی صاحب	عار
۹۶۵ - چوہدری غلام محمد صاحب	عا				
۱۰۳۴ - سید میرن صاحب	عا	۹۷۱ - منشی فرزند علی صاحب	عار	۹۸۹ - چوہدری حسین صاحب	عار
۹۶۶ - چوہدری فتح دین صاحب	عا	۱۰۳۶ - میاں الٰہی بخش صاحب	عار	۹۹۰ - منشی ابراہیم صاحب	عا
۹۰۷ - نیر بہادر خان صاحب	عا	۹۷۲ - بابو منظور حسین صاحب	عار	۹۹۱ - منشی نذیر احمد صاحب	عار

۹۹۲- چوہدری عطاء الٰہی صاحب	عگر	۱۰۱۰- حاجی عبدالرحمٰن صاحب	عگر	۱۳۷- منشی طفیل احمد صاحب	۴ر
۹۹۳- ملک عادل شاہ صاحب	عگر	۱۰۱۱- بابو معراج الدین صاحب	عہ	۵۱۵- نیاز احمد صاحب	۸ر
۹۹۴- منشی فضل الٰہی صاحب	عگر	۹۶۳- مولا بخش صاحب	عگر	۱۳۷- سردار علیشاہ صاحب	عگر
۹۹۵- مرزا اکرم بیگ صاحب	عگر	۱۰۱۲- سید عادل شاہ صاحب	عگر	۱۰۲۴- منشی احسان الحق صاحب	عگر
۸۹۶- محمد عبدالمجید صاحب	عگر	۱۰۱۳- میاں سلطان بخش صاحب	عگر	۳۳۵- میر احمد شاہ صاحب	عگر
۹۹۷- بابو محمد حیات صاحب	عگر	۱۰۱۴- چوہدری غلام حسین	عگر	۱۰۲۶- میاں غلام محی الدین صاحب	عگر
۹۹۸- حکیم احسان الٰہی صاحب	عگر	۱۰۱۵- میاں قطب الدین صاحب	عگر	۱۰۲۷- مولوی محمد صدیق صاحب	عگر
۹۹۹- چوہدری کرم بخش صاحب	عگر	۱۰۱۶- ملک کرم الٰہی صاحب	عگر	۱۰۲۸- مولوی غلام رسول صاحب	عگر
۱۰۰۰- محمد یحییٰ صاحب	عگر	۱۰۱۷- میاں اللہ دتہ صاحب	عگر	۱۰۲۹- منشی غلام حسین صاحب	عگر
۱۰۰۱- شیخ محمد حسین صاحب	عگر	۱۰۱۸- میاں اسماعیل صاحب	عگر	۱۰۳۰- میاں عبدالعزیز صاحب	عگر
۱۰۰۲- خواجہ جمال الدین صاحب	عگر	۱۰۱۹- میاں عیسیٰ خان صاحب	عگر	۱۰۴۰- منشی رئیس الدین صاحب	عگر
۱۰۰۳- منشی عبداللہ خان صاحب	عگر	۱۰۲۰- میاں محمد مراد صاحب	عگر	۱۰۴۱- سید حیات علی صاحب	عگر
۱۰۰۴- میاں امام الدین صاحب	عگر	۱۰۳۹- میاں محمد عبداللہ صاحب	عگر	ڈاکٹر ایس کے برمن اجرت اشتہار	عہ
۱۰۰۵- منشی فرزند علی صاحب	عگر	۱۰۲۱- مولوی نور احمد صاحب	عگر	۱۰۴۴- منشی محمد الدین صاحب گرداور	عگر
۱۰۰۶- ڈاکٹر محبوب عالم صاحب	عگر	۱۰۲۲- میاں بشیر الدین صاحب	عگر	۱۱۱۷- منشی نیاز محمد صاحب	عگر
۱۰۰۷- ڈاکٹر امیر خان صاحب	عگر	۱۰۲۳- سید قاسم شاہ صاحب	عگر	۵۷۶- ڈاکٹر عمرالدین صاحب	عگر
۱۰۳۷- میاں نجم الدین صاحب	عگر	مولوی عبدالقادر صاحب دارالکتب	عہ	۱۰۴۳- شیخ محمد عبداللہ صاحب	عگر
۱۰۳۸- میاں نور الٰہی صاحب	عگر	۱۱۱۲- اسعد اللہ شاہ صاحب گرداور و چندہ ممبری	۱۲ر	۸۲۱- میاں محمد عبداللہ صاحب	عہ
۱۰۰۸- بابو غلام حیدر صاحب	عگر	۲۶۴- میاں فخرالدین صاحب ڈھینگ	عہ	چوہدری عبدالسلام چندہ ممبری	۴ر
۱۰۳۶- بابو عطا محمد صاحب اوورسیر	عگر	۳۹۴- پیر المنہ صاحب	۸ر	۸۵۹- حافظ فضل احمد صاحب	عگر
۱۰۰۹- شیخ فتح محمد صاحب	عگر	۵۲۸- بابو فقیر علی صاحب	عگر	میاں محمد صادق صاحب چندہ ممبری	۱۲ر

۸۰۹ - مستری حسن دین صاحب	عہ	۸۶۰ - میاں عزیز ربی صاحب	عہ	۱۲۳ - منشی گلاب خان صاحب	عہ
منشی محمد حسین خان صاحب	عہ	۶۹ - میاں عبدالحمید صاحب	ہر	۱۲۱ - میاں عبدالرحمن صاحب	۱ر
۸۶ - منشی محمد حسین خان صاحب	عہ	۱۰۵۱ - میاں محمد صاحب	عہ	۹۶ - چوہدری غلام محمد صاحب	عہ
۴۶ - مولوی عبدالصمد صاحب	سہ	میاں فخرالدین صاحب چندہ ممبری	عہ	۱۱۴ - دوست محمد خان صاحب	عہ
بابو عزیزالدین صاحب قیمت رسالہ چندہ ممبری	سہ	۱۱۳ - میاں غلام محمد عبداللہ صاحب	۲ر	۵۹ - مستری کریم بخش صاحب	عہ
منشی محمد اصغر صاحب	۸ر	۵۲۲ - پیر برکت علی صاحب	عہ	۱۰۵۱ - مولوی اللہ دتہ صاحب	عہ
۱۰۴ - بابو عبدالغنی صاحب	عہ	۱۳۱ - بابو غلام محمد صاحب	عہ	۱۱۵ - میاں یار محمد صاحب	عہ
چوہدری علی محمد صاحب	ہر	۱۳۶ - ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب	عہ	۱۱۴ - چوہدری احمد [illegible] صاحب	عہ
		۱۱۲۵ - چوہدری فتح محمد خان صاحب	عہ		
۹۳۵ - خواجہ احمد حسن صاحب	ہر	۹۴۹ - حسن موسیٰ خان صاحب	ہر	۸۵۵ - میاں غلام قادر صاحب	عہ
۲۳۱ - حاجی رحیم بخش صاحب	عہ	۱۱۳ - بابو عبدالعزیز صاحب	عہ	ماسٹر محمد الدین صاحب بی۔اے	عہ
۳۸۰ - منشی جہاں عبدالاحد صاحب	عہ	۱۰۴ - محمد عبداللہ خان صاحب	عہ	اعانت لائبریری	عہ
۹۵۴ - منشی جھنڈے خان صاحب	عہ	۸۵۱ - نبی بخش صاحب	ہر		

رسید زر

یکم جنوری ۱۹۱۰ء سے ۳۱- مئی ۱۹۱۰ء تک جسقدر روپیہ دفتر میں وصول ہوا ہے۔ اسکی تمام رسیدیں درج رسالہ ہو چکی ہیں لہذا عرض ہے کہ اگر کسی صاحب کی طرف سے ان تاریخوں میں کوئی روپیہ وصول ہوا ہو۔ اور اسکی رسید نہ چھپی ہو۔ وہ بہت جلد راقم کو اطلاع دیکر ممنون فرمائیں اور یہ بھی لکھیں کہ کس تاریخ کو کس ذریعہ سے رقم بھیجی گئی۔ (مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان)

معذرت

پہلے رسالہ لاہور میں چھپا کرتا تھا۔ اسدفعہ یہ انتظام کیا گیا کہ قادیان میں چھپوایا جاوے یہ نئے انتظام کا پہلا مہینہ تھا اسلیئے یہ رسالہ وقت پر اور اچھی حالت میں نہیں چھپ سکا۔ امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائیں گے۔

مینیجر

Reg. L. No. C LX

نمبر ایل ۵۶۲

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

اصلی عرق کافور

TRADE MARK

انیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے

ڈاکٹر بید اور حکیموں کی یہ رائے ہے کہ ہیضہ کی یہ اکسیر دوا ہے ہیضہ کے شروع ہوتے ہی عرق کافور پلانے سے یہ اپنا فایدہ دکھلاتا ہے دست وقے تھوڑے ہی دیر میں بند ہو جاتی ہے شکم کی اینٹھن مٹ جاتی ہے ہاتھ پیروں میں گرمی آتی ہے۔ اور مریض کو چین آ جاتی ہے کلوڈائین وغیرہ کی قسم ہیضہ کی دوسری دواؤں کے مانند جن میں افیون ملی ہوئی رہتی ہے اس عرق کافور کا نتیجہ خراب نہیں ہوتا۔ ہیضہ کو بند کرنیوالی دوا سوائے عرق کافور کے دوسری نہیں ہے۔ کسی مقام میں ہیضہ پھیلا ہو تو روزانہ اگر تین قطرہ اسکا استعمال کرتے رہیے پھر اس بیماری کے ہونیکا اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ یہ ہیضہ کے زہر کو بیکام کر دیتا ہے ہر وقت پر ہیضہ سے بچنے کیلئے خاص دوا عرق کافور ہی ہے اگر یہ عرق ہیضہ شروع ہوتے ہی دیا جاوے تو سو میں نوے آدمیوں کی جان بچ جاتی ہے ہیضہ میں یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ پردیس میں راہ چلتے پھرتے بھی ہو جاتا ہے جس وقت اسکے گرد دوا کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہوتا ہے اس لئے ہر شخص کو اور خاص کر مسافران کو یہ لازم ہے کہ وہ عرق کافور کی ایک شیشی ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھیں۔

ہیضہ کے سوائے گرمی کے دست پیٹ کے درد اور بدہضمی میں بھی عرق کافور بہت مفید ہوتا ہے۔ نقلی عرقوں سے بچو۔ ڈاکٹر ایس کے۔ برمن کا اصلی عرق کافور گول شیشی میں بھر کر جو پیلے کاغذ کے بکس میں بند رہتا ہے۔ اور ان بکسوں پر ٹریڈ مارک چھپا رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی چار آنہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک کیواسطے (۵؍)

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے۔ برمن ۱۲۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ